قال اللہ تعالیٰ

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ
الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيْرًا

اردو ترجمہ عربی کتاب

الدُّرَرُ السَّنِیَّۃ

(فی الرَّدّ)

علی الوہابیہ

جسمیں مختصر سوانح عمری عبدالوہاب نجدی بھی ہے

مصنفہ شیخ الاسلام مرجع الخاص والعام مولانا السید احمد بن زینی دحلان رح مفتی بیت اللہ الحرام

جسے حضرت مولنا مولوی محمد حبیب الرحمن صاحب مہتمم مدرسہ قادریہ بدایوں شریف نے ترجمہ کیا

اور جناب مولوی شیخ غلام حسین صاحب چشتی وزیر آبادی آستانہ بوس حضرت خواجہ صاحب گولڑہ شریف

نے

باہتمام جناب حافظ ظفر الدین صاحب منیجر و پرنٹر مطبع

اسلامیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپوایا

قیمت فی جلد ۵ر

مَا نَجَّی اللّٰہُ وَالرَّسُوْلُ مَعًا

جسطرح ہر ایک حادث چیز پر مرور زمانہ اپنا اثر ڈالکر اسکے اُجلے چہرہ کو گرد آلود کر دیتا اور اسکی درخشندہ پیشانی پژمردہ اور سفید رداء کو خاک آلودہ بنا دیتا ہے۔ ایسے حسب فرمان واجب الاذعان حضرت افضل الثقلان علیہ من الصلوٰۃ افضلہا ومن التسلیمات اکملہا۔

سَیَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَا یَبْقٰی عَلَی الْاَرْضِ الْاِسْلَامُ اِلَّا اِسْمُہٗ۔ الحدیث "قریب ہی لوگوں پر ایک وقت آئیگا کہ زمین پر اسلام کا فقط نام ہی رہجائیگا۔"

کے اسلام پر یوں تو اس سے پہلے بھی کئی قسم کے حوادث آئے۔ لیکن ۱۱۱۵ھ سے ۱۲۰۶ھ تک کا زمانہ ایک خاص امتحان اور فتن کا زمانہ گذرا ہے جو کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی پیدائش اور اوسکی موت تک کا وقت ہے۔ اس شخص نے خود اور اسکی ذریات نے جو کچھ اہل اسلام اور حرمین شریفین پر آفتیں ڈہائیں وہ اظہر من الشمس وابین من الامس ہیں اور بیشمار کتابیں اسکی اور اسکی ذریات کی کردار کے متعلق ہر زبان میں لکھی گئی ہیں۔ جنسے دنیا بے خبر نہیں۔

اسی محمد بن عبدالوہاب نجدی کی بدکرداریوں کو متعلق فاضل اجل و عالم بے بدل مفتی مذہب شافعیہ بیت اللہ شریف حضرت احمد بن زینی دحلان حفظہ المنان نے ایک کتاب الدُّرَرُ السنیہ فی الرد علی الوھابیہ کمال تحقیق و تدقیق سے لکھی ہے۔ جسنے اس پیشوائے فرقہ وہابیہ کے افعال کا تاریخی عکس کہنا بالکل بجا اور اوسکی عملی زندگی کا فوٹو کہنا درست و روا ہے۔ نیز دیگر مسائل وہابیہ کے محققانہ رد کے علاوہ زیارت روضۃ النبی اور توسل بالنبی صلے اللہ علیہ وسلم کو مہذبانہ مگر عالمانہ پیرایہ میں ایسے دلائل صریحہ اور براہین قاطعہ سے ثابت کیا ہے کہ بجز تسلیم کے مخالفین کو کوئی چارہ نہیں ہے۔ اور اسی لئے اُنہیں اسکے جواب لکھنے کی جرأت نہیں ہوئی۔

فاضل موصوف نے یہہ کتاب بیت اللہ شریف میں بزبان عربی لکھی تھی جو مصر میں طبع ہوئی ہی اور خاکسار نے مصری کتبخانہ کشمیری بازار لاہور سے لیکر عام اہل اسلام کے فائدہ و ہدایت کیلئے مولینا بالفضل والکمال اولنا حضرت مولوی محمد حبیب الرحمن صاحب دامت برکاتہم مہتمم مدرسہ قادریہ بدایوں شریف سے اردو میں ترجمہ کراکر بصرف زر کثیر طبع کرایا امید ہے کہ اہل حق اس سے استفادہ کرکے خاکسار کیلئے دعائے مغفرت کرینگے۔ (خاکسار شیخ غلام حسین۔ مقام وزیر آباد۔ محلہ شیخ لال)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی فضل سیدنا محمدا صلی اللہ علیہ وسلم علی سائر المخلوقات
وشرف امتہ علی سائر الامم واعلی لھم الدرجات وعلی الہ واصحابہ
المتقین اشادہ ومن تبعھم فی جمیع الحالات

بعد حمد ونعت کے عبد فقیر خادم طلبہ مسجد حرام کثیر الذنوب والآثام مفتقر الی ربہ المنان احمد بن زینی دحلان غفر اللہ تعالے لہ ولوالدیہ ولمشائخہ ومحبیہ والمسلمین اجمعین کہتا ہے کہ مجھسے ایک ایسے شخص نے جسکا کہنا میں ٹال نہیں سکتا تھا۔ فرمایش کی کہ تم آیات واحادیث اور اقوال سلف وائمہ مجتہدین سے وہ دلائل قویہ جمع کرو جنسے اہل سنت نے زیارت وتوسل نبی صلے اللہ تعالی علیہ وسلم پر استدلال کیا ہے۔ لہذا مینے یہہ مختصر رسالہ تالیف کر دیا اسلیئے کہ بیان مبسوط کتب علماء اخیار میں موجود ہے۔ واللہ المستعان جاننا چاہیئے کہ قرآن واحادیث اور اجماع امت اور قیاس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مزار پر انوار کی زیارت کا حکم ثابت ہے۔ چنانچہ اللہ تعالے ارشاد فرماتا ہے۔ ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما۔ اس آیت میں امت کو یہہ رغبت دلائی گئی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہوکر استغفار کریں اور آپ سے طلب مغفرت کے لیئے عرض کریں۔ اور یہ بات آپ کے انتقال کے بعد بھی باقی ہے۔ یہہ بات بھی اس آیت سے ثابت ہوئی کہ اللہ تعالے اسوقت توبہ قبول کریگا۔ اور رحم فرمائیگا جب آنحضرت کے حضور میں جاکر توبہ کریں۔ اور آنحضرت اون کے واسطے دعائے مغفرت فرمائیں۔ سو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تو تمام مسلمانوں کیلیئے دعائے مغفرت فرماتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالے کا ارشاد ہے واستغفر لذنبک وللمؤمنین والمؤمنات صحیح مسلم میں بروایت صحیح آیا ہے کہ بعض صحابہ نے بھی آیت کے یہی معنے سمجھے تھے۔

اور جب لوگ آکر استغفار کرینگے تو وہ تینوں باتیں پوری ہوجاینگی۔ جو توبہ و رحمت الٰہی کی موجب ہیں۔ اور آیندہ احادیث سے یہ بات معلوم ہوگی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا طلب مغفرت کرنا زمانہ حیات کے ساتھ مقید نہیں۔ اور یہہ بھی آپ کی کمال شفقت کے سبب سے معلوم ہے کہ جو شخص اللہ سبحانہ و تعالےٰ سے استغفار کرنے کی لیئے آپکے پاس حاضر ہوگا اوسکے لیئے آپ ضرور استغفار کرینگے۔ آیہ کریمہ اگرچہ حالت حیات میں مخصوص لوگوں کے بارہ میں وارد ہوئی ہے۔ لیکن عموم علت کے سبب سے اون تمام لوگوں کو شامل ہے جنمیں یہہ وصف پایا جائے خواہ آپکے زمانۂ حیات یا بعد وفات۔ اسیواسطے علماء نے اس آیت کو تمام حاضر ہونے والوں کے لیئے عام سمجھا ہے۔ اور جو کوئی آنحضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے روضۂ مطہرہ پر حاضر ہو اوس کیواسطے اس آیت کو پڑھ کر اللہ تعالےٰ سے استغفار کرنے کو مستحب و مسنون ٹھہرایا ہے۔ اور چاروں مذہب کے مصنفوں نے اسکو مناسک (حج) میں ذکر کیا ہے۔ آیت سے یہہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آنیوالوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ خواہ وہ سفر کرکے آئیں یا بغیر سفر کے اسلیئے کہ "جاءک" شرط کے تحت میں واقع ہوا ہے جو عموم پر دلالت کرتی ہے (دوسری جگہ) اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ (جو شخص اپنے گھر سے اللہ و رسول کیطرف ہجرت کے لیئے نکلے پھر اوسکو راستہ میں موت آجائے تو اللہ تعالےٰ کے ذمہ اوسکا اجر ہوجائیگا) جسکو علم کا کچھ بھی مذاق ہے وہ اس میں شک نہ کریگا۔ کہ جو شخص زیارت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی غرض سے نکلے گا اوسپر یہ بات صادق آجائے گی کہ وہ اللہ و رسول کیطرف ہجرت کرنے کے واسطے نکلا ہے۔ کیونکہ آیندہ احادیث سے ثابت ہوگا کہ آنحضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی زیارت بعد وفات بھی حالت حیات ہی کیطرح ہے۔ اور بحالت حیات تو آپ کی زیارت اس آیت میں قطعاً داخل ہی ہے۔ لہذا احادیث آیندہ کی بنا پر بعد وفات بھی داخل ہے۔ اور قیاس سے ثبوت زیارت اسطرح ہے کہ (حدیث صحیح متفق علیہ میں زیارت قبور کا حکم آیا ہے۔ تو قبر نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اون میں بدرجہ اعلےٰ و اولےٰ داخل ہے بلکہ آپ کی قبر سے دوسری قبروں کو کوئی نسبت نہیں۔ دوسری یہہ کہ آنحضرت سے اہل بقیع و شہداء احد کی زیارت ثابت ہے۔ تو آپ کی قبر شریف کی زیارت بدرجۂ اولےٰ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اوسکا حق ثابت اور تعظیم واجب ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت اسلیئے ہے کہ آپ کی تعظیم سے برکت حاصل ہو اور قبر شریف کے پاس
فرشتوں کے سامنے جو مزار شریف کو گھیرے ہوئے ہیں آپ پر صلوٰۃ وسلام بھیجنے سے زائر کو
کو بے انتہا رحمت وبرکت نصیب ہو۔ اور اجماع اہل اسلام (سے بھی زیارت کا ثبوت ہے)
چنانچہ علامہ ابن حجر الجوہر المنظم فی زیارۃ قبر النبی المکرم میں فرماتے ہیں کہ حاملین شرع شریف
ومعتمد ائمہ کی ایک جماعت نے (جواز زیارت پر) اجماع نقل کیا ہے مگر اسکے واجب ومستحب
ہونے میں اختلاف ہے تو جو شخص جواز زیارت میں خلاف کرتا ہے وہ اجماع کو توڑتا ہے۔ زیارت
کو واجب کہنے والے آنحضرت علیہ الصلوۃ والتحیۃ کے اس قول سے استناد کرتے ہیں کہ مَنْ حَجَّ الْبَيْتَ
وَلَمْ يَزُرْنِي فَقَدْ جَفَانِي۔ اس حدیث کو قابل حجت سند سے ابن عدی نے روایت کیا ہے اور
آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جفا کرنا حرام ہے تو عدم زیارت جو جفا کو متضمن ہے وہ بھی حرام
ہے اور جمہور جو زیارت کے مستحب ہونے کے قائل ہیں وہ اسکا جواب یہہ دیتے ہیں کہ جفا تو
اضافیہ میں سے ہے کیونکہ کبھی ترک مستحب کو جفا کہا جاتا ہے اسلیئے کہ وہ بر وصلہ کا ترک ہی
اور کبھی سخت دلی اور کسی چیز سے دور ہونے کو بھی جفا کہتے ہیں۔ تو اکثر علماء سلف وخلف
زیارت کو مستحب کہتے ہیں نہ کہ واجب۔ بہر حال۔ زیارت اور اوسکے اسباب سفر وغیرہ نہایت
موجب ثواب ہیں۔ اور اسپر بھی بہت سی احادیث صحیحہ صریحہ دلالت کرتی ہیں جنمیں وہی
شخص عیب کرسکتا ہے جسکا نور بصیرت جاتا رہا ہے۔ منجملہ اون کے آنحضرت صلے اللہ تعالے علیہ
وسلم کا یہہ ارشاد ہے مَنْ زَارَ قَبْرِي وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِي اور ایک روایت میں ہے حَلَّتْ
لَهُ شَفَاعَتِي دارقطنی وغیرہ بہت ائمہ حدیث نے اسے روایت کیا ہے۔ امام سبکی نے اپنی کتاب
شفاء السقام فی زیارۃ قبر خیر الانام میں اس حدیث کے طریقوں اور اسکے صحیح بتانے والے
اماموں کا مبسوط بیان کیا ہے۔ پھر احادیث زیارت کی بہت سی روائتیں ذکر کی ہیں سب
اس حدیث کے مؤید ہیں منجملہ اون کے یہہ روایت ہے مَنْ زَارَنِي بَعْدَ مَوْتِي فَكَأَنَّمَا
زَارَنِي فِي حَيَاتِي ایک روایت میں ہے مَنْ جَاءَنِي زَائِرًا لَا تُعْمِلُهُ حَاجَةٌ إِلَّا زِيَارَتِي
كَانَ حَقًّا عَلَيَّ أَنْ أَكُونَ لَهُ شَفِيعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ اور ایک روایت میں ہے مَنْ جَاءَنِي
زَائِرًا كَانَ لَهُ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ أَكُونَ لَهُ شَفِيعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ابو یعلی دارقطنی
طبرانی بیہقی ابن عساکر کی روایت میں ہے مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِي أَوْ فَزَارَنِي بَعْدَ وَفَاتِي عِنْدَ
قَبْرِي كَانَ كَمَنْ زَارَنِي فِي حَيَاتِي اور ایک روایت میں ہے مَنْ حَجَّ فَزَارَنِي فِي مَسْجِدِي

بَعۡدَ وَفَاتِیۡ کَانَ کَمَنۡ زَارَنِیۡ فِیۡ حَیَاتِیۡ اور ایک روایت میں ہے مَنۡ زَارَنِیۡ اِلَی الۡمَدِیۡنَۃِ کُنۡتُ لَہٗ شَفِیۡعًا وَّشَہِیۡدًا اور ایک روایت میں ہے مَنۡ زَارَنِیۡ اِلَی الۡمَدِیۡنَۃِ کُنۡتُ لَہٗ شَفِیۡعًا وَّشَہِیۡدًا وَمَنۡ مَاتَ بِاَحَدِ الۡحَرَمَیۡنِ بَعَثَہُ اللّٰہُ مِنَ الۡاٰمِنِیۡنَ یَوۡمَ الۡقِیَامَۃِ۔ اس زیادتی کے ساتھ ابو داؤد طیالسی نے روایت کی ہے۔ اسکے بعد (امام سبکی نے) بہت سی احادیث ذکر کی ہیں جو سب زیارت کے مشروع ہونے پر دلالت کرتی ہیں ہمکو اونکے ذکر سے طول کی حاجت نہیں۔ غرضکہ یہہ تمام احادیث اور وہ احادیث جو ہمنے بیان کیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حالت حیات و وفات میں مرد و عورت سب کے لیئے زیارت کے مستحب بلکہ موکد ہونے میں صریح ہیں اور یہی حکم باقی انبیا و صالحین و شہدا کی زیارت کا ہے۔ اور زیارت سفر کو بھی شامل ہے اسواسطے کہ وہ مکان زائر سے مکان مزور کیطرف انتقال کو چاہتی ہے جیسے لفظ "مجی" جو آیہ کریمہ میں صراحۃً مذکور ہے (انتقال کو چاہتا ہے) اور جب ہر زیارت قربت (باعث ثواب) ہے تو اوسکے لیئے جو سفر ہو وہ بھی باعث قربت ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے اصحاب بقیع واحد کی زیارت قبر کے لیئے تشریف لیجانا بروایت صحیح ثابت ہے جب آنحضرت صلعم کے علاوہ اوروں کی زیارت قبر کے لیئے انتقال مشروع ثابت ہوگیا۔ تو آپکی قبر شریف کے لیئے بدرجہ اولے (ثابت ہوگیا) اور یہہ قاعدہ متفق علیہ کہ قربت کا وسیلہ جسپر وہ موقوف ہو قربت ہے یعنے اس حیثیت سے کہ وہ اسکی طرف موصل (پہونچانیوالا) ہے تو یہہ اسکے منافی نہیں کہ اُس وسیلہ میں کبھی دوسری حیثیت سے کوئی حرام بات عارض ہوجاتی ہے مثلاً غصب کی ہوئی زمین پر چلنا۔" اس امر میں صریح ہے کہ زیارت کیطرح اوسکے لیئے سفر بھی قربت ہے۔ اور جو شخص یہہ خیال کرتا ہے کہ زیارت فقط قریب والوں کے حق میں قربت ہے وہ شریعت غرا پر افترا کرتا ہے اور قابل اعتماد نہیں اور بعض محروموں نے جو یہہ وہم کیا ہے کہ زیارت یا اوسکے لیئے سفر کی ممانعت محافظت علے التوحید کی قسم سے ہے اور زیارت شرک تک پہونچانے والے امور میں سے ہے"۔ تو یہہ خیال باطل ہے اسلیئے کہ شرک تک پہونچانے والا تو قبروں کو سجدہ گاہ بنانا یا اونپر اعتکاف کرنا اور اُن پر تصویریں کھینچنا ہے جیسا کہ احادیث صحیح میں وارد ہے بخلاف زیارت اور سلام و دعا کے۔ ہر عقلمند ان میں فرق سمجھتا ہے اور جانتا ہے کہ زیارت جب آداب شریعت غرا کے لحاظ کیجائے گی تو ہرگز کوئی قباحت پیدا نہ کرے گی۔ اور جو شخص سدّ ذریعہ کے خیال سے اوسکی ممانعت کا قائل ہے جو اللہ و رسول علیہ السلام

۵ جو شخص مدینہ تک میری زیارت کو آئیگا اوسکے لیے میں شفیع اور گواہ ہونگا اور جو شخص کعبہ یا مدینہ کے حرم میں مرجائیگا اسکو اللہ تعالی قیامت کے دن امان کیساتھ اوٹھائیگا ۱۲ منہ

تعالے علیہ وسلم پر افترا کرتا ہے۔ اور یہاں دو امر ضروری ہیں۔ ایک تو تعظیم نبی صلے اللہ تعالی علیہ
وسلم کا واجب اور تمام خلق سے آپ کے مرتبہ کا بلند ہونا۔ اور دوسری توحید یعنی یہ اعتقاد کہ
اللہ تعالے اپنی ذات اور صفات وافعال میں تمام خلق سے متفرد ہے۔ پس جو شخص ان میں سے
کسی بات میں کسی مخلوق کو باری سبحانہ وتعالے کا شریک سمجھے وہ مشرک ہے اور جو رسول صلے اللہ
تعالے علیہ وسلم کے مرتبہ میں کچھ کمی کرے وہ گنہگار یا کافر ہے۔ اور جو آپ کی تعظیم میں مبالغہ کرے
لیکن ایسی تعظیم نہ کرے جو اللہ تعالے کے ساتھ خاص ہے وہ حق پر ہے اور جانب ربوبیت ورسالت
دونوں کو حد پر رکھنے والا ہے۔ اور یہی ایسا قول ہے جسمیں نہ افراط ہے نہ تفریط۔ اور آنحضرت
صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کا یہہ ارشاد کہ لَا تُشَدُّوا الرِّحَالَ اِلَّا اِلٰی ثَلٰثَۃِ مَسَاجِدَ اَلْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
وَمَسْجِدِیْ ھٰذَا وَالْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی تو اسکے معنے یہہ ہیں کہ تعظیم ونماز کے خیال سے کسی مسجد کیطرف
سفر نہ کیا جائے سوائے تین مسجدوں (مسجد حرام یعنے کعبہ اور مسجد نبوی اور مسجد بیت المقدس)
کے کہ انکی طرف تعظیم ونماز کی غرض سے سفر کیا جاتا ہے۔ اس عبارت کا مقدر کرنا ضروری
ہے۔ ورنہ اس حدیث سے حج جہاد دار الکفر سے ہجرت طلب علم تجارت دنیا وغیرہ سب باتوں
کے لیئے سفر کی ممانعت ہوجائے گی۔ حالانکہ اسکا قائل کوئی بھی نہیں۔ علامہ ابن حجر الجوہر المنظم
میں فرماتے ہیں کہ حدیث مذکور کی اس تاویل کا ثبوت ایک حدیث سے بھی ہوتا ہے جسکی سند
حسن ہے۔ آنحضرت علیہ الصلوۃ والتحیۃ فرماتے ہیں لا ینبغی للمطی ان تشد رحالھا الی
مسجد یبتغی الصلوۃ فیہ غیر المسجد الحرام ومسجدی ھذا والمسجد الاقصے خلاصہ یہہ کہ مسئلہ واضح
وجلی ہے جسکے بارہ میں مستقل تصانیف ہیں تو اس سے زیادہ طول کی ضرورت نہیں کیونکہ اللہ
تعالی جسکا دل منور فرماتا ہے اوسکو اس سے بہت کم کافی ہے۔ اور جسکا دل تاریک کر دیا

بحث توسل

ہے اوسکو آیات ونذر بھی کافی نہیں (باقی رہا) توسل اوسکا صدور نبی صلے اللہ تعالے علیہ
وسلم اور صحابہ کرام اور متقدمین ومتاخرین امت سے صحیح طور پر ثابت ہے آنحضرت صلے اللہ تعالے
علیہ وسلم تو اسکا صدور بہت سی صحیح حدیثوں سے ثابت ہے منجملہ اون کے یہہ حدیث ہے کہ آنحضرت
صلے اللہ تعالے علیہ وسلم دعا مانگا کرتے تھے اللھم انی اسألک بحق السائلین علیک اور
اسکے توسل ہونے میں کچھ شک نہیں ہے۔ بہت سی احادیث صحیحہ سے یہہ بھی ثابت ہے کہ آپ صحابہ
کرام کو دعائیں تعلیم کیا کرتے تھے۔ جنمیں سے ایک وہ دعا ہے جسے ابن ماجہ نے بسند صحیح حضرت
ابو سعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا

جو شخص اپنے گھر سے نماز کے لئے نکلے اور یہہ کہے کہ اللهم انی اسألك بحق السائلین علیك و اسألك بحق ممشای هذا الیك فانی لم اخرج اشرا ولا بطرا ولا ریاء ولا سمعة و خرجت اتقاء سخطك وابتغاء مرضاتك فاسألك ان تعیذنی من النار وان تغفرلی ذنوبی فانه لا یغفر الذنوب الا انت تو اللہ تعالے اوسکی طرف متوجہ ہو جائیگا اور ستر ہزار فرشتے اوسکو لئے استغفار کرینگے۔ اس حدیث کو مولانا جلال الدین سیوطی نے بھی جامع کبیر میں اور بہت سے ائمہ نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے جہاں نماز کے لئے جاتے وقت دعاء مسنون کا بیان ہے یہانتک کہ بعض کا قول ہے کہ سلف میں کوئی ایسا نہ تھا جو نماز کے لئے جاتے وقت یہہ دعا نہ پڑہتا ہو۔
پس الفاظ (بحق السائلین علیك) پر غور کرو کہ اسمیں ہر مسلمان بندہ سے توسل ہے۔ اور حدیث مذکور کو ابن سنی نے بھی باسناد صحیح حضرت بلال رضی اللہ تعالے عنہ مؤذن رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ اسکے لفظ یہہ ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز کے واسطے تشریف لے جاتے تھے تو فرمایا کرتے تھے بِسْمِ اللهِ آمَنْتُ بِاللهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْأَلُكَ بِحَقِّ السَّائِلِیْنَ عَلَیْكَ وَبِحَقِّ مَخْرَجِیْ هٰذَا فَاِنِّیْ لَمْ اَخْرُجْ بَطَرًا وَلَا اَشَرًا وَلَا رِیَاءً وَسُمْعَةً خَرَجْتُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِكَ وَاتِّقَاءَ سَخَطِكَ اَسْأَلُكَ اَنْ تُعِیْذَنِیْ مِنَ النَّارِ وَاَنْ تُدْخِلَنِی الْجَنَّةَ اور حافظ ابو نعیم نے "عمل الیوم واللیلة" میں حدیث ابو سعید سے باین الفاظ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لئے جاتے تو فرماتے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ بِحَقِّ السَّائِلِیْنَ الی آخر الحدیث المتقدم۔ امام بیہقی نے بھی اسکو حدیث ابو سعید سے کتاب الدعوات میں روایت کیا ہے اور محل استدلال یہہ قول ہے "اَسْأَلُكَ بِحَقِّ السَّائِلِیْنَ عَلَیْكَ"
اس تمام بیان سے معلوم ہو گیا کہ توسل نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے صادر ہوا ہے اور آپنے صحابہ کرام کو اسکا حکم دیا ہے اور تابعین و تبع تابعین تمام سلف ہمیشہ نماز کو جاتے وقت اس دعا کا استعمال کرتے رہے ہیں۔ اور کسی نے اوس پر اعتراض نہیں کیا منجملہ احادیث توسل کے یہہ حدیث ہے کہ آنحضرت صلے اللہ تعالے علیہ وسلم بعض دعاؤں میں فرمایا کرتے تھے بحق نبیك والانبیاء الذین من قبلی علامہ ابن حجر نے الجوہر المنظم میں فرمایا ہے کہ اسحدیث کو طبرانی نے بسند جید روایت کیا ہے منجملہ اونکے آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کا یہہ قول ہے اغفر لامی فاطمة بنت اسد ووسع علیها مدخلها بحق نبیك والانبیاء الذین من قبلی یہہ ایک حدیث طویل کا ٹکڑا ہے جسے طبرانی نے کبیر و اوسط میں اور ابن حبان اور حاکم نے روایت کرکے صحیح بتایا۔ کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ

تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں جب حضرت فاطمہ بنت اسد بن ہاشم والدہ حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ
کا انتقال ہوگیا۔ جنہوں نے آنحضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو پرورش کیا تھا تو آپ تشریف
لیگئے اور اون کے سر کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا اے میری ماں کے بعد میری ماں تمپر اللہ تعالیٰ
رحم فرمائے"۔ اسکے بعد راوی نے ذکر کیا ہے کہ آپنے اونکی تعریف کی اور اپنی چادر میں کفن دیا
اور قبر کھودنیکا حکم دیا۔ جب لحد تک پہونچے تو آپنے خود اپنے دست مبارک سے اوسے کھود کر
مٹی نکالی پھر اس سے فارغ ہو کر آپ اوسکی اندر جا کر لیٹ گئے اور فرمایا۔ اَللّٰهُ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ
وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ اِغْفِرْ لِاُمِّي فَاطِمَةَ بِنْتِ اَسَدٍ وَوَسِّعْ عَلَيْهَا مَدْخَلَهَا بِحَقِّ نَبِيِّكَ وَالْاَنْبِيَاءِ
الَّذِينَ مِنْ قَبْلِي فَاِنَّكَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ اور اسیطرح ابن ابی شیبہ نے حضرت جابر سے اور ابن
عبد البر نے حضرت ابن عباس سے اور ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت انس سے روایت کیا ہے رضی اللہ
تعالےٰ عنہم۔ یہہ تمام بیان حافظ جلال الدین سیوطی نے جامع کبیر میں لکھا ہے۔ منجملہ اون احادیث
صحیحہ کے جنمیں توسل کی تصریح ہے وہ حدیث ہے جسے ترمذی نسائی بیہقی اور طبرانی نے باسناد
صحیح حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالےٰ عنہ مشہور صحابی سے روایت کیا ہے کہ ایک ضریر
مادرزاد اندھی) نے آکر آنحضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میری بینائی کیلیئے
دعا کیجیئے تو آپنے فرمایا خواہ دعا کرو خواہ صبر کرو مگر بہتر صبر ہی ہے۔ اوسنے کہا آپ دعا کر دیجیئے
تو آپنے اوس سے فرمایا کہ اچھیطرح وضو کر کے یہہ دعا پڑھو اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَسْاَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ
بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ اِنِّي اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰى رَبِّي فِي حَاجَتِي لِتُقْضٰى اَللّٰهُمَّ شَفِّعْهُ فِيَّ
جب دوبارہ وہ آپ کے پاس حاضر ہوا تو اوسکی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ ایک روایت میں ہے
کہ ابن حنیف کہتے ہیں قسم اللہ کی ہم وہیں بہت دیر تک باتیں کرتے رہے یہانتک کہ وہ شخص
آیا تو (یہہ حالت تھی) گویا کبھی اوسکو کوئی تکلیف تھی ہی نہیں۔ تو اس حدیث میں توسل
بھی ہے اور ندا بھی۔ اور اسحدیث کو بخاری نے بھی اپنی تاریخ میں اور ابن ماجہ نے اور حاکم
نے مستدرک میں باسناد صحیح روایت کیا ہے۔ اور جلال الدین سیوطی نے جامع صغیر و کبیر
(دونوں) میں ذکر کیا ہے۔ اور منکر توسل یہہ نہیں کہہ سکتا کہ یہہ تو آنحضرت صلے اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کی حیات میں تھا اسواسطے کہ اس دعا کا استعمال صحابہ و تابعین نے آپ کی بعد وفات
بھی قضاء حوائج کے لیئے کیا ہے۔ چنانچہ طبرانی و بیہقی کی روایت ہے کہ ایک شخص اپنی کسی حاجت
کی غرض سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پاس زمانہ خلافت میں آیا کرتا تھا آپ

اوسکی طرف التفات نہ فرماتے اور اوسکی حالت پر توجہ نہ کرتے تھے۔
تو اوس شخص نے حضرت عثمان بن حنیف راوی حدیث مذکور سے شکایت کی۔ اونہوں نے
اس سے فرمایا کہ وضو کرکے مسجد میں جا اور نماز پڑھ کر یہہ کہہ اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّنَا
محمد نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ الی ربک لیقضی حاجتی اور اپنی حاجت کا خیال کریں اوسنے جاکر ایسا ہی کیا پھر
حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر گیا تو دربان نے اوسکا ہاتھ پکڑ کر حضرت
عثمان رض کے پاس پہونچا دیا آپنے اوسے بٹھا کر فرمایا کہ اپنی حاجت بیان کر۔ اوسنے بیان کی تو
آپنے پوری کردی پھر فرمایا کہ جو حاجت تمکو ہوا کرے وہ بیان کردیا کرو اسکے بعد وہ آپ کے
پاس سے چلا آیا اور حضرت ابن حنیف سے ملاقات ہوئی تو کہا کہ اللہ تعالے آپکو جزائے خیر
دے وہ میری حاجت پر نظر نہ کرتے تھے یہانتک کہ آپ نے اون سے میری گفتگو کرادی۔
فرمایا واللہ مینے گفتگو نہیں کرائی لیکن میں رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کے پاس
حاضر تھا تو ایک ضریر نے آکر اپنے نابینا ہونے کی شکایت کی تھی الی آخر الحدیث پس یہہ تو
آپ کی وفات کے بعد توسل ونداء ہے۔ اور بیہقی و ابن ابی شیبہ نے باسناد صحیح روایت کی
ہے کہ خلافت عمر رضی اللہ تعالے عنہ میں قحط پڑا تو حضرت بلال بن الحرث رضی اللہ تعالی
عنہ صحابی رسول اللہ تعالے علیہ وسلم نے قبر نبی صلے اللہ تعالے علیہ وسلم پر حاضر ہو کر عرض
کیا کہ یا رسول اللہ اپنی امت کیواسطے مینہ طلب فرمائیے وہ ہلاک ہوگئے۔ آنحضرت صلے اللہ
تعالے علیہ وسلم نے خواب میں تشریف لاکر اون سے فرمایا کہ مینہ برسیگا۔ اور استدلال آنحضرت
صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنے سے نہیں ہے۔ کیونکہ اگرچہ وہ حق ہے لیکن اوس
سے احکام ثابت نہیں ہوتے۔ اسواسطے کہ دیکھنے والے پر کلام مشتبہ ہوسکتا ہے نہ اسواسطے
کہ دیکھنے میں شک ہے بلکہ استدلال فعل صحابی یعنی بلال بن الحرث رضی اللہ تعالے عنہ سے
ہے اونکا قبر نبی صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم پر حاضر ہوکر آپ کو پکارنا اور طلب بارش کی استدعا
کرنا اسبات کی دلیل ہے کہ یہہ جائز ہے اور یہ آنحضرت صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم سے توسل وتشفع
واستغاثہ کی قسم سے ہے جو بہت بڑی قربت ہے۔ آپ کے دادا حضرت آدم علیہ السلام نے آپ کی
وجود سے پہلے جب شجرہ ممنوعہ کو کھالیا تھا تو آپ سے توسل کیا تھا۔ اس حدیث کو بیہقی نے باسناد
صحیح اپنی کتاب دلائل النبوۃ میں روایت کیا ہے جس (دلائل النبوۃ) کے بارے میں حافظ
ذہبی (مشہور و معروف امام المحدثین) نے فرمایا ہے کہ اوسے ضرور دیکھو۔ کیونکہ وہ تمام ہدایت

دلونہ ہے (وہ حدیث یہ ہے) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سے خطا ہوگئی تو عرض کیا کہ پروردگار میں بحق محمد تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میری مغفرت کردے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا اے آدمؑ تمنے محمدؐ کو کسطرح پہچانا حالانکہ مینے اون کو پیدا ابھی نہیں کیا غرضیکہ اے رب تو نے جب مجھکو پیدا کیا تھا اور مینے سر اوٹھایا تھا تو عرش کے پایوں پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا دیکھا تھا۔ پس میں سمجھ گیا تھا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ اوسی کا ذکر کیا ہوگا جو تمام خلق سے زیادہ تجھکو محبوب ہے ارشاد ہوا اے آدم تم سچ کہتے ہو بیشک وہ مجھکو تمام خلق سے زیادہ محبوب ہیں اور جب تمنے اونکے وسیلہ سے سوال کیا ہے تو مینے تمہاری مغفرت کردی اور محمد اگر نہوتے تو میں تمکو پیدا ہی نہ کرتا۔ اسکو حاکم نے روایت کر کے صحیح بتایا۔ اور طبرانی نے بھی روایت کیا مگر اونہوں نے یہہ اورزاید کیا کہ "وہ تمہاری ذریت میں سے اخیر نبی ہیں"۔

اور اسی توسل کیطرف حضرت امام مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے خلیفہ منصور سے اشارہ فرمایا تھا اوسکا قصہ یہہ ہے کہ جب منصور نے حج کیا اور قبر نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی زیارت کی تو حضرت امام مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے "جو مسجد نبوی میں تشریف رکھتے تھے دریافت کیا کہ اے ابا عبداللہ میں قبلہ کیطرف منہ کر کے دعا مانگوں یا رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منہ کر کے امام مالک نے فرمایا تم آپ کی طرف سے کیوں مُنہ پھیرتے ہو آپ تو تمہارا اور تمہارے دادا حضرت آدم علیہ السلام تک وسیلہ ہیں۔ آپ ہی کیطرف منہ کر کے آپکو شفیع بناؤ تو اللہ تعالےٰ تمہارے متعلق آپ کی شفاعت قبول فرمالیگا۔ اللہ تعالےٰ نے خود ارشاد فرمایا ہے وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔ اسے قاضی عیاض رحؒ نے شفا میں باسناد صحیح بیان کیا ہے۔ اور امام سبکیؒ نے شفاء السقام میں اور سید سمہودی نے خلاصۃ الوفا میں اور علامہ قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں اور علامہ ابن حجر نے جوہر منظم میں اور بہت سے ارباب مناسک نے آداب زیارت میں ذکر کیا ہے۔ علامہ ابن حجر جوہر منظم میں فرماتے ہیں کہ اسکی روایت امام مالک سے بہ سند صحیح آئی ہے جسمیں کسی قسم کا طعن نہیں۔ اور علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں کہ اسکو ابن فہد نے باسناد جید روایت کیا ہے۔ اور قاضی عیاض نے شفا میں باسناد صحیح روایت کیا ہے جسکے راوی ثقہ ہیں اسکے اسناد میں کوئی وضّاع وکذّاب نہیں اور اس سے مراد علامہ زرقانی

لہ وضاع حدیث بنانے والا اور کذاب بہت جھوٹا

کی اون لوگوں کا رد ہے جو امام مالک سے اس روایت کی تصدیق نہیں کرتے اور اونکی طرف نسبت کرتے ہیں کہ قبر کیطرف منہ کرنا مکروہ ہے۔ پس امام مالک کیطرف کراہت کی نسبت مردود ہے۔ بعض مفسرین نے آیہ کریمہ فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ کے متعلق بیان کیا ہے کہ منجملہ اون کلمات کے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے توسل تھا کہ پروردگار بحرمت محمد میں تجھ سے مغفرت کا سوال کرتا ہوں۔ اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالے عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں آنحضرت صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس بن عبد المطلب سے بارش کیلئے استدعا کی جب کہ عام رمادہ میں سخت قحط پڑا۔ چنانچہ یہہ قصہ صحیح بخاری میں بروایت حضرت انس بن مالک مذکور ہے۔ مواہب لدنیہ میں علامہ قسطلانی فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالے عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالے عنہ سے مینہ کی استدعا کی تو فرمایا اے لوگو رسول اللہ تعالے علیہ وسلم حضرت عباس کو والد کیطرح سمجھتے تھے۔ پس آپکے بارہ میں آنحضرت صلے اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی اقتدا کرو اور ان کو اللہ تعالے تک وسیلہ بناؤ۔ تو اس میں توسل کی تصریح ہے پس ان لوگوں کا قول بھی باطل ہو گیا جو زندوں مردوں سب سے توسل کو منع بتاتے ہیں اور ان لوگوں کا بھی جو غیر نبی صلے اللہ تعالے علیہ وسلم سے توسل کرنا جائز کہتے ہیں۔ جب حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ سے استدعا کی تھی تو خاص یہہ لفظ تھے اَللّٰهُمَّ انا کنا نتوسل بنبینا صلے اللہ تعالے علیہ وسلم فتسقینا وانا نتوسل الیك بعم بنبینا صلے اللہ علیہ وسلم فاسقنا حضرت عمرؓ کا فعل حجت ہے کیونکہ آنحضرت صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ الحق علی لسان عمر وقلبه اسکو امام احمد وترمذی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالے عنہما سے نیز امام احمد ابوداؤد اور حاکم نے مستدرک میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالے عنہ سے نیز ابویعلی نے اور حاکم نے مستدرک میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ سے نیز طبرانی نے کبیر میں حضرت بلال ومعاویہ رضی اللہ تعالے عنہما سے روایت کیا ہے اور طبرانی نے کبیر میں اور ابن عدی نے کامل میں حضرت فضل بن العباس رضی اللہ تعالے عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم فرماتے ہیں عمر معی وانا مع عمر والحق بعدی مع عمر حیث کان جسطرح کہ حضرت علی رضی اللہ تعالے عنہ کے بارہ میں ارشاد فرمایا وادر الحق معه حیث دار اور یہہ حدیث صحیح ہے جسکو بہت سے اصحاب سنن نے روایت کیا ہے تو حضرت عمر وعلی رضی اللہ تعالے عنہما جہاں کہیں ہونگے اونکے ساتھ حق ہو گا۔ یہہ دونوں حدیثیں منجملہ اون دلیلوں کے ہیں

سلہ درخت کھا لینے کے بعد حضرت آدم نے اپنے رب سے چند کلمے سیکھے جنکی وجہ سے اونکی خطا معاف ہوئی ۱۲ منہ

سلہ وہ سال جسمیں لوگ راکھ کھانے لگے تھے۔ ۱۲ منہ

سلہ یعنی اے اللہ ہم اپنے نبی صلے اللہ تعالی علیہ وسلم کو تجھ تک وسیلہ بناتے تھے تو تو ہمپر برسا دیتا تھا اب ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں ہمپر برسات فرما ۱۲ منہ عفی عنہ

سلہ بیشک اللہ تعالے نے حضرت عمر کی زبان اور دل پر حق رکھا ہے۔ ۱۲ منہ

سلہ عمر میرے ساتھ اور میں اونکے ساتھ ہوں اور حق میرے بعد عمر کے ساتھ ہے جہاں کہیں وہ ہوں ۱۲ منہ

سلہ الہی حق کو اوسیطرف رکھ جدھر وہ جائیں اوسیطرف حق رکھ۔ ۱۲ منہ

جنسے اہل سنت نے خلافت خلفاء اربعہ کی صحت پر استدلال کیا اسلیئے کہ حضرت علی رضی اللہ
تعالےٰ عنہ اول خلفاء ثلاثہ کے ساتھ تھے آپ نے اون سے خلافت میں نزاع نہیں کیا پھر جب
خلافت آپ تک آئی اور اون لوگوں نے آپ سے نزاع کیا جو آپ سے تقدم کے مستحق
نہ تھے تو آپ نے اون سے قتال کیا۔ اس بات کی دلیل کہ حضرت عباس سے حضرت عمر
کا توسل جواز توسل پر حجت ہے۔ آنحضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی ہے کہ لو
کان بعدی نبی لکان عمر اسکو امام احمد و ترمذی نے اور حاکم نے مستدرک میں عقبہ بن عامر
جہنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے نیز طبرانی نے کبیر میں عصمہ بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے
روایت کیا ہے اور طبرانی نے کبیر میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا
ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اِقتَدُوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر
فانہما حبل اللہ الممدود ومن تمسک بہما فقد تمسک بالعروۃ الوثقی لا انفصام لہا
اور حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ سے استدعا کی نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے انکی تاکہ لوگوں
کو غیر نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے استدعاء بارش کرنے کا جواز معلوم ہو جائے۔ نبی صلے اللہ
تعالےٰ علیہ وسلم سے استدعا تو اون کو معلوم ہی تھی۔ مگر شاید کسی کو وہم ہوتا کہ غیر نبی صلے اللہ
تعالےٰ علیہ وسلم سے استدعا نا جائز ہے اسواسطے حضرت عمرؓ نے حضرت عباس سے استدعا کر کے جواز
بیان کر دیا۔ اور اگر آپ آنحضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے استدعا کرتے تو شاید بعض لوگ اس
سے سمجھتے کہ غیر نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم سے استدعا جائز نہیں۔ اگر کوئی کہے کہ
آپ نے حضرت عباس سے اسلیئے استدعا کی کہ وہ زندہ تھے اور آنحضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ
وسلم وفات پا چکے تھے اور مردہ سے استدعا جائز نہیں تو ہم کہینگے کہ یہ وہم بہت سی دلیلوں
سے باطل و مردود ہے منجملہ اون کے صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کا نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ
وسلم سے بعد وفات توسل ہے جیسا کہ عثمان بن حنیف و بلال بن الحرث رضی اللہ تعالےٰ عنہما
کی حدیث سے ثابت ہے اور قبل وجود نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے توسل حضرت آدم کی روایت حضرت
عمرؓ سے بیان ہو چکی ہے۔ جب قبل وجود توسل خود حضرت عمر روایت کر چکے تو یہ وہم کیسے ہو
سکتا ہے کہ وہ بعد وفات صحت توسل کا اعتقاد نہ رکھتے ہونگے۔ علاوہ بریں نبی صلے اللہ علیہ
وسلم کو قبر شریف میں زندہ ہیں۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ آنحضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے
توسل قبل وجود وقت حیات بعد وفات (ہر وقت) صحیح ہے اور آپکے علاوہ اور نیک لوگوں

سے بھی صحیح ہے جیسا کہ حضرت عمرؓ نے کیا۔ اور حضرت عمرؓ نے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے حضرت
عباسؓ کو اسلئے خاص کیا کہ اہل بیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا شرف ظاہر ہو اور یہ
معلوم ہوجائے کہ افضل کی موجودگی میں مفضول سے توسل جائز ہے کیونکہ حضرت علی رضی
اللہ تعالے عنہ جو حضرت عباسؓ سے افضل ہیں موجود تھے۔ بعض عارفین فرماتے ہیں کہ حضرت
عمرؓ کے حضرت عباس سے توسّل کرنے اور آنحضرت سے نہ کرنے میں ایک اور بھی نکتہ ہے۔ یعنے
ضعیف الایمان لوگوں پر شفقت اسواسطے کہ اگر نبی صلے اللہ تعالے علیہ وسلم استدعا کرتے تو اجابت
میں تاخیر تو ممکن ہی تھی کہ وہ ارادۂ و مشیت الٰہی پر موقوف ہے۔ اور اگر تاخیر ہوتی تو اسکی
سبب سے ضعیف الایمان لوگوں کو وسوسہ و اضطراب ہوتا بخلاف اسکے توسل بغیر النبی صلے اللہ
تعالے علیہ وسلم میں اگر تاخیر اجابت ہوتی تو یہہ وسوسہ و اضطراب واقع ہوتا حاصل یہہ کہ مذہب
اہل سنت وجماعت میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بوقت حیات و بعد وفات توسل صحیح ہے
اور یونہی آپ کے علاوہ دیگر انبیا و مرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین اور اولیا و
صالحین سے جیسا کہ احادیث سابقہ سے ظاہر ہے اسلیئے کہ ہم اہل سنت تاثیر و خلق ایجاد و اعدام
نفع و ضرر اللہ تعالے ہی کیطرف سے سمجھتے ہیں۔ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یا اور کسی زندہ یا
مردہ کیطرف سے نہیں سمجھتے تو نبی صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم اور دیگر انبیاء والمرسلین یا اولیا
و صالحین سے توسل میں کچھہ فرق نہیں اور یونہی اونکے زندہ یا وفات شدہ ہونے میں بھی
کوئی فرق نہیں۔ کیونکہ وہ کوئی چیز نہ توپیدا کرتے ہیں اور نہ کسی چیز میں اونکی کچھہ تاثیر ہے بلکہ
محبوبانِ الٰہی ہونے کے باعث صرف اون سے تبرک مقصود ہوتا ہے اور جو لوگ زندہ و مردہ
ہونے میں تفریق کرتے ہیں اونکی طرف وہم ہوتا ہے کہ وہ زندوں کے لیئے تاثیر مانتے ہیں
اور مردوں کے لیئے نہیں مانتے تو اون کے توحید میں شرک داخل ہے پھر وہ کیسے اپنے
آپ کو توحید پر قائم رکھتے اور دوسروں کو شرک کیطرف منسوب کرتے ہیں سبحانک ھذا
بہتان عظیم پس توسل تشفع استغاثہ سب کے ایک معنے ہیں اور ان سے مقصود قلوب
مومنین میں دوستانِ خدا کے ذکر سے تبرک کے سوا کچھہ نہیں کیونکہ اون کے سبب سے خواہ وہ
زندہ ہوں یا نہ ہوں۔ بندوں پر اللہ تعالے کا رحم کرنا ثابت ہے تو موثر و موجد تو اللہ تعالے
ہی ہے اور ان اخیار کا ذکر اس تاثیر کا سبب عادی ہے جسطرح کہ کسب عادی کا حقیقۃ
کچھہ اثر نہیں۔ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات قبور میں اہل سنت کے نزدیک بہت

سی دلیلوں سے ثابت ہے منجملہ اون کے یہہ حدیث ہے کہ آنحضرت صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم
فرماتے ہیں (میں معراج کی شب حضرت موسے علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس ہو کر گذرا تو وہ
اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس ہو کر گذرا تو اونہوں
نے فرمایا کہ اپنی امت کو میرا سلام پہونچا کر کہہ دینا کہ جنت کی مٹی خوشبو دار ہے اور اوسکی
زمین بالکل صاف ہے اور اوسکے درخت سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر
ہیں۔ یونہی یہہ واقعہ کہ بیت المقدس میں تمام انبیا جمع ہوئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے امامت کی پھر آسمانوں پر اون سے ملاقات ہوئی اسیطرح یہہ قصہ کہ جب اللہ تعالے نے
آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پچاس نمازیں فرض کیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
وہاں سے حضرت موسے علیہ السلام کے پاس آئے گئے اور اونہوں نے واپسی کا حکم دیا معراج
سے یہہ حدیث کہ انبیا حج کرتے اور تلبیہ کرتے ہیں۔ اور یہہ سب احادیث صحیح ہیں کسی نے طعن
نہیں کی تو انکو ذکر کرکے طول دینے کی حاجت نہیں علاوہ اسکے نص قرآن سے شہداء کی حیات
ثابت ہے اور انبیاء تو شہداء سے افضل ہیں۔ پس اونکی حیات بدرجہ اولے ثابت ہے۔ پھر حیات
جو انبیاء و شہداء کے لیئے ثابت ہے وہ حیات دنیوی کیطرح نہیں بلکہ حال ملائکہ کے مشابہ
ہے جسکی صفت وحقیقت اللہ تعالے ہی جانتا ہے پس ہمیں اوسکے ثبوت پر ایمان لانا واجب
ہے اوسکی کیفیت سے بحث نہیں اور جب یہہ بات ہے تو (یہ حیات) اسبات کے منافی نہیں کہ
ان میں سے ہر ایک حیات دنیوی سے انتقال کرچکا ہے یعنی دار دنیا میں جو حیات تھی وہ
زائل ہوگئی اور دوسری حیات ملگئی۔ پس آیہ کریمہ انک میت وانہم میتون میں کچھہ اشکال نہیں
اسکے متعلق مبسوط کلام بڑی کتابوں میں موجود ہے تو ہمیں اوسکے ذکر سے طول دینے کی ضرورت
نہیں۔ اگر کوئی شخص کہے کہ مانعین توسل کا شبہ یہ ہے کہ اونہوں نے بعض عام لوگوں کو ایسے الفاظ
ادا کرتے دیکھا جو یہہ وہم ڈالتے ہیں کہ وہ لوگ غیر خدا کی تاثیر کا اعتقاد رکھتے اور صالحین سے زندگی
وموت کی حالت میں ایسی چیزیں طلب کرتے ہیں جو عادۃً اللہ تعالے سے ہی طلب کیجاتی ہیں
اور ولی سے کہتے ہیں کہ ہمارا فلاں فلاں کام کردو اور کبھی ایسے شخصوں کی ولایت کا اعتقاد
رکھتے ہیں جو اس سے موصوف نہیں بلکہ تخلیط وعدم استقامت سے موصوف ہیں اونکی طرف
کرامات وخوارق عادات اور احوال مقامات منسوب کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ اس کے اہل نہیں
اور نہ اون میں یہ کوئی بات پائی جاتی ہے۔ پس یہہ مانعین توسل یہ چاہتے ہیں کہ عام لوگوں کو

ؔ اسکا مطلب صاف
علیہ وسلم [illegible]
وفات پانیوالے
ہیں اور وہ بھی ۱۲

اس تجاوز سے منع کریں تاکہ وہم دفع اور ذریعہ مسدود ہو جائے اگرچہ وہ یہ جانتے ہیں کہ عام لوگ غیر خدا کے لیے تاثیر کا اعتقاد رکھتے ہیں اور نہ نفع و ضرر کا اور توسل سے تبرک ہی کا قصد کرتے ہیں اور اگر کوئی چیز اولیاء کیطرف منسوب کرتے ہیں تو اونکی تاثیر کا اعتقاد نہیں رکھتے. ہم اسکا جواب یہہ دیتے ہیں کہ جب یہہ بات ہے اور تم سد ذریعہ چاہتے ہو تو اسکا کیا باعث ہے کہ تم امت کے عالم وجاہل خاص وعام سب لوگوں کو کافر ٹھیراتے اور توسل کو مطلقاً منع بتاتے ہو بلکہ تمکو چاہیئے کہ عام لوگوں کو ایسے الفاظ سے منع کرو جو تاثیر غیر خدا کے موہم ہیں اور ان کو توسل میں سلوک ادب کا حکم دو علاوہ اسکے ان الفاظ موہمہ سے مجازی معنے مراد ہو سکتے ہیں تکفیر مسلمین کی کیا حاجت ہے اور یہہ مجاز مجازِ عقلی ہے جو اہل علم کے یہاں شائع ومعروف اور تمام مسلمانوں کی زبانوں پر مستعمل ہے اور کتاب وسنت میں وارد ہے اور یہی مراد ہے اس قول سے کہ اس کھانے یا پانی نے مجھکو سیر کر دیا اور اس دوانے مجھے شفا دی اور اس طبیب نے مجھکو نفع دیا تو یہ تمام امور اہل سنت کے نزدیک مجاز عقلی پر محمول ہیں کیونکہ کھانا حقیقت میں سیر نہیں کرتا بلکہ حقیقۃً سیر کرنے والا اللہ ہے ہاں کھانا سبب عادی ہے تو اوسکی طرف سیری کی نسبت مجاز عقلی ہے. یونہی باقی مثالوں کا حال ہے. پس مسلمان موحد سے جب کسی چیز کی نسبت ایسی ذات کیطرف ہو جائے جسکی طرف وہ حقیقۃً منسوب نہیں تو اوسکا مجاز عقلی پر محمول کرنا واجب ہے اور اسلام و توحید اس مجاز کا قرینہ ہے جیسا کہ علماء معانی نے اپنی کتابوں میں صراحۃً بیان کیا اور اسپر اجماع ٹھیرایا ہے باقی مطلق توسل سے منع کرنے کی کوئی وجہ نہیں خصوصاً جبکہ وہ احادیث صحیحہ سے ثابت اور خود نبی صلے اللہ اصحاب کرام سلف صالحین و خلف امت سے صادر ہے. اور ان منکرین توسل میں سے بعض تو توسل کو حرام کہتے ہیں اور بعض کفر وشرک لیکن یہ سب باطل ہے اسواسطے کہ اکثر امت کے ضلالت پر اجماع تک پہونچاتا ہے. جو شخص صحابہ و علماء سلف وخلف کے کلام کا تتبع کرے گا وہ اون سے بلکہ ہر مومن سے اوقات کثیرہ میں توسل کو صادر پائے گا اور اکثر امت کا اتفاق حرام یا کفر پر ہو نہیں سکتا. اسلیے کہ حدیث صحیح میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِی عَلٰی ضَلَالَۃٍ بعض محدثین کا قول ہے کہ یہہ حدیث متواتر ہے. اور اللہ تعالے ارشاد فرماتا ہے کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ پس جبکہ یہہ امت تمام امتوں سے بہتر ہے جو کل یا اکثر گمراہی پر کسطرح متفق ہو سکتی ہے. تو یہہ منکرین جب سد ذریعہ کا اور لوگوں کو ایسے الفاظ سے منع کرنے کا ارادہ کریں

میری امت گمراہی پر اکٹھی نہ ہوگی ... محمد صلے اللہ علیہ وسلم ...

جو تاثیر غیر خدا کو موہم ہیں تو اونکو یہہ کہنا چاہیئے کہ توسل ادب سے اور ایسے الفاظ کے ساتھ ہو جن میں ایہام نہ ہو مثلاً توسل چاہنے والا یوں کہے کہ اے اللہ تعالےٰ میں تیرے نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم اور انبیاء اور صالحین کے وسیلہ سے تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو میری فلان فلان حاجت پوری کردے۔ نہ یہ کہ توسل ہی سے منع کریں اور نہ یہ کہ اہل اسلام و توحید جو اللہ وحدہ لاشریک ہی کے لیئے تاثیر کا اعتقاد رکھتی ہیں۔ اون کی تکفیر کی جرأت کریں۔ منجملہ اون شبہوں کے جو منکرین توسل استدلال کرتے ہیں یہہ ارشاد الٰہی ہے لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے مومنوں کو اس آیت میں اس امر سے منع فرمایا ہے کہ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اسطرح مخاطب کریں جسطرح آپسمیں ایک دوسرے کو مثلاً آپکو نام لیکر پکاریں۔ علے ہذا القیاس غیر خدا انبیاء و صالحین وغیرہ سے وہ اشیاء طلب نہ کرنا چاہئیں جو عادۃً اللہ تعالےٰ سے ہی طلب کی جاتی ہیں تاکہ بحسب ظاہر اللہ تعالےٰ میں اور اوسکی خلق میں مساوات نہ ہوجائے۔ اگرچہ اللہ تعالےٰ سے طلب اس بنا پر ہے کہ وہ ہر چیز کا موجد و موثر ہے اور غیر خدا سے بدیں غرض کہ وہ سبب عادی ہے۔ لیکن اس سے کبھی تاثیر کا وہم پیدا ہوتا ہے۔ لہذا دفع ایہام کے خیال سے یہہ طلب منع ہے۔ اسکا جواب یہہ ہے کہ یہ امر نہ مطلق توسل کی ممانعت کا مقتضی ہے اور نہ موحد کی طلب کا کیونکہ یہہ جب موحد سے صادر ہوگا تو مجاز عقلی پر محمول کیا جائیگا۔ پس نہ اسکے شرک ہونے کی کوئی وجہ ہے اور نہ حرام ہونے کی۔ علامہ ابن حجر الجوہر المنظم میں فرماتے ہیں کہ توسل خواہ توسل کے لفظ سے یا تشفع کی یا استغاثہ یا توجہ کے اسواسطے کہ توجہ مشتق ہے جاہ سے جسکے معنے علو مرتبت اور کبھی ذیجاہ سے اعلی کیطرف توسل کیا جاتا ہے۔ اور استغاثہ کے معنے ہیں مدد طلب کرنا اور مستغیث اور مستغاث سے یہ چاہتا ہے کہ وہ اسکے لیئے اپنے غیر سے اگرچہ اعلے ہو مدد دلادے پس آنحضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم یا اور کسی سے توجہ یا استغاثہ کے معنی مومنوں کے قلوب میں یہی ہیں کہ حقیقۃً اللہ تعالےٰ سے مدد طلب کی جائے اور مجازاً کسی اور کو سبب عادی بناکر کوئی مسلمان اسکے علاوہ اور معنے کا قصد نہیں کرتا۔ اور جسکے سینہ میں یہہ بات نہ سمائے وہ اپنے اوپر روئے نسأل اللّٰہ العافیۃ تو اللہ تعالےٰ تو حقیقۃً مستغاث ہے اور اوسکی مدد خلق و ایجاد کی طریقہ سے ہے اور نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم مجازاً مستغاث بہ ہیں اور اونکی مدد کسب اور سبب عادی کے طور پر ہے اس اعتبار سے کہ آپ اللہ تعالےٰ سے سفارش کرینگے کیونکہ آپ کی قدر و منزلت

له رسول کو اسطرح نہ پکارو جسطرح آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو ۱۲

له مستغیث مدد چاہنے والا اور مستغاث وہ ہے جس سے مدد طلب کیجائے ۱۲

عالی ہے جسطرح اللہ تعالے نے ارشاد فرمایا ہے وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی (یعنے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) جب تمنے (کافروں پر) باعتبار ظاہر کنکریاں پھینکی تھیں تو حقیقۃً خلق و ایجاد کے اعتبار سے اللہ تعالے نے پھینکی تھیں نہ کہ تمنے ۔ یونہی اس قول فَلَمْ تَقْتُلُوْھُمْ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ قَتَلَھُمْ (کے معنے ہیں کہ حقیقت میں تمنے اونکو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالےنے) اسیطرح کے ارشاد و ما انا حملتکم ولکن اللہ حملکم (کے معنے ہیں کہ حقیقۃً مینے تمکو سوار نہیں کیا بلکہ اللہ نے) اور ایسا اکثر ہوتا ہے کہ حدیث بیان حقیقت کے لیے آتی ہے ۔ اور قرآن کریم کا سبب کیطرف فعل کو مجازاً منسوب کر دیتا ہے ۔ مثلاً اللہ تعالے ارشاد فرماتا ہے اُدْخُلُوا الْجَنَّۃَ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں جاؤ) اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لن یدخل الجنۃ احد کم بعملہ (تم میں سے کوئی اپنے عمل سے جنت میں نہ جائیگا) تو آیت میں تو سبب عادی کا بیان ہے اور حدیث میں سبب حقیقی یعنی فضل الٰہی کا بیان ہے ۔ خلاصہ یہ کہ استغاثہ کا اطلاق اوسپر جس سے مدد باعتبار کسب کے حاصل ہو امر معلوم ہے جسمیں نہ لغۃً شک ہے نہ شرعاً جب تم اغثنی یا اللہ (اے اللہ میری مدد کر) کہوگے تو باعتبار خلق و ایجاد کے اسناد حقیقی مراد لوگے اور جب اغثنی یا رسول اللہ کہوگے تو باعتبار سبب و کسب اور توسط شفاعت کے اسناد مجازی مراد لوگے اور اگر تم ائمہ اور سلف و خلف امت کا کلام تلاش کرو تو اس قسم کی بہت سی باتیں پاؤ بلکہ احادیث صحیحہ میں اس قسم کے واقعات بہت ہیں ۔ چنانچہ صحیح بخاری میں مبحث حشر و وقوف للحساب میں ہے کہ لوگ اسی حالت میں حضرت آدم سے پھر حضرت موسیٰ سے پھر حضرت محمد صلے اللہ تعالے علیہم اجمعین سے استغاثہ کرینگے تو آنحضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے اس قول کو دیکھو کہ حضرت آدم وغیرہ سے استغاثہ مجازی ہے ورنہ حقیقۃً تو اللہ تعالے ہی مستغاث بہ ہے اور آنحضرت صلے اللہ تعالے علیہ و آلہ وسلم سے صحیح طور پر ثابت ہے کہ جو شخص مدد چاہتا ہو وہ کہے یا عباد اللہ اعینونی اور ایک روایت میں اغیثونی ہے اور قصہ قارون کی حدیث میں آیا ہے کہ جب وہ زمین میں دھسنے لگا تو اوسنے حضرت موسے سے فریاد کی مگر آپ نے اوسکی فریاد نہ سنی بلکہ کہنے لگے اے زمین اسکو پکڑلے تو اللہ تعالے نے حضرت موسے پر عتاب کیا اور فرمایا اسنے تمسے فریاد کی اور تم نے نہ سنی اگر مجھسے فریاد کرتا تو میں ضرور اوسکی مدد کرتا پس اغاثہ کی نسبت اللہ تعالے کیطرف حقیقی ہے اور حضرت موسے کیطرف مجازی اور کبھی آنحضرت سے توسل

کے معنے آپ سے دعا طلب کرنے کے ہوتے ہیں اسلیئے کہ آپ قبر شریف میں زندہ ہیں اور
سائل کے سوال کو جانتے ہیں۔ حضرت بلال بن الحرثؓ کی حدیث مذکور ہو چکی ہے۔
جسمیں بیان ہے کہ وہ آنحضرت صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم کی قبر پر گئے اور کہا یا رسول اللہ
اپنی امت کیلیئے بارش کی دعا فرمایئے تو اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ تعالے
علیہ وسلم (بعد وفات بھی) حصول حاجات کے لیئے دعا طلب کی جاتی ہے جسطرح حین
حیات کی جاتی تھی۔ کیونکہ آپ سائل کا سوال جانتے ہیں اور اللہ تعالے سے دعا و شفاعت
کر کے اوس سوال کے حصول میں آپ سبب بھی بن سکتے ہیں اور ہر چیز میں قبل وجود
وحین حیات و بعد وفات آپ سے توسل کیا جاتا ہے اسیطرح آپ عرصہ قیامت میں
اللہ تعالے سے شفاعت کرینگے۔ اور یہ تمام امور احادیث متواترہ سے ثابت ہیں اور اونپر
قبل ظہور مانعین اجماع قائم ہو چکا ہے۔ اور آنحضرت کی جاہ و قدر اپنے سید و مولا کے
نزدیک نہایت اعلے وارفع ہے اوسنے آپ کو بہت کچھ عطا کیا ہے۔ باقی مانعین محروین
کا یہ خیال کہ توسل و زیارت سے ممانعت میں توحید کی حفاظت ہے اور توسل و زیارت
شرک کیطرف منجر ہے تو یہ خیال فاسد و باطل ہے کیونکہ توسل و زیارت جب آداب
شریعت غرا کی محافظت کے ساتھ ہو تو اس سے کوئی قباحت پیدا نہیں ہوتی اور
جو شخص اسکو سد ذریعہ کے خیال سے منع کہتا ہے وہ اللہ و رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ
وسلم پر افترا کرتا ہے بات یہ ہے کہ مانعین توسل و زیارت کا اعتقاد یہ ہے کہ نبی صلے اللہ
علیہ وسلم کی تعظیم جائز نہیں۔ اور جس کسی سے تعظیم نبی صلے اللہ تعالے علیہ وسلم صادر ہوتی
ہے اوسپر کفر و شرک کا حکم لگا دیتے ہیں حالانکہ اونکا قول غلط ہے اسواسطے کہ اللہ
تعالے نے قرآن کریم میں نبی صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کی عظمت بیان فرمائی ہے تو ہمپر
اوسکی تعظیم واجب ہے جسکی عظمت اللہ تعالے نے خود بیان فرمائی ہے اور جسکی تعظیم کا حکم
دیا ہے۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ کسی صفت ربوبیت کے ساتھ ہم آپ کو موصوف نہ
کریں اللہ تعالے بوصیری کو جزاے خیر دے انہوں نے کیا اچھا فرمایا ہے۔ ؎
دع ما ادعتہ النصاری فی نبیھم ✦ واحکم بما شئت مدحا فیہ واحتکم پس صفات ربوبیت
کے سوا اور کسی طریقہ سے آپ کی تعظیم میں کچھ بھی کفر و شرک نہیں بلکہ یہ تو اعظم طاعات
و قربات ہے۔ یونہی اون سب کی تعظیم جنکی عظمت اللہ تعالے نے بیان کی ہے مثلاً

انبیا و مرسلین صلوات وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین اور ملائکہ وصدیقین وشہدا وصالحین
اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے لہ وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰہِ فَاِنَّھَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ اور
عہ وَمَنْ یُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰہِ فَھُوَ خَیْرٌ لَّہٗ عِنْدَ رَبِّہٖ منجملہ تعظیم نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم
کے آپ کے شب ولادت میں خوشی کرنا مولد شریف پڑہنا ذکر ولادت کے وقت قیام
کرنا کھانا کھلانا ہے اور اسکے علاوہ جو اچھے کام عادۃً کیے جاتے ہیں وہ سب آنحضرت
صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم میں داخل ہیں۔

مسئلہ مولد اور اوسکے متعلقات میں مستقل تصانیف موجود ہیں اور بہت سے
علما نے اسکیطرف توجہ کرکے تصنیفات جو دلائل وبراہین سے پرہیں تالیف کرڈالی
ہیں لہذا اسکو طول کی حاجت نہیں۔ منجملہ معظمات کے کعبہ معظمہ حجر اسود اور مقام ابراہیم
علیہ السلام ہے اللہ تعالےٰ نے ہمیں انکی تعظیم کا حکم دیا ہے کہ کعبہ کا طواف کریں اور
رکن یمانی کو مس کریں اور حجر اسود کو بوسہ دیں مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑہیں اور مستجار
وباب کعبہ وملتزم ومیزاب کے پاس دعا مانگیں جسطرح کہ سلف وخلف کی عادت رہی ہے
اور وہ سب اس سے اللہ تعالےٰ ہی کی عبادت کرتے ہیں۔ کسی دوسرے کی تاثیر یا نفع وضر
کا اعتقاد نہیں رکھتے۔ خلاصہ یہ کہ جسطرح اوپر مذکور ہوا جو شخص کسی مخلوق کو باری سبحانہ کا
شریک سمجھیگا۔ ذات یا صفات یا افعال میں وہ تو مشرک ہے جیسے کہ مشرکین بتوں کی
الوہیت واستحقاق عبادت کا اعتقاد رکھتے تھے۔ اور جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے مرتبہ میں کمی کچھ سمجھیگا وہ گنہگار یا کافر ہے اور جو انواع تعظیم سے آپ کی تعظیم کریگا مگر
کسی صفت ربوبیت سے موصوف نہ کریگا وہ حق پر ہے اور جب مسلمانوں کے کلام میں کسی
چیز کی نسبت غیر خدا کیطرف پائی جائے تو اوسکا مجاز عقلی پر محمول کرنا واجب ہے کسی مسلمان
کو کافر نہیں کہہ سکتے کیونکہ مجاز عقلی قرآن وحدیث میں مستعمل ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں
ہے سہ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا یہاں آیات کیطرف زیادتی کی نسبت مجاز عقلی
ہے کہ وہ زیادتی کا سبب عادی ہیں اور حقیقۃً ایمان کا زیادہ کرنے والا اللہ وحدہ
لاشریک لہ ہے اور ارشاد ہوتا ہے سہ یَوْمًا یَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِیْبًا یہاں بھی دن کیطرف بڈہا
کرنے کی نسبت مجاز عقلی ہے کیونکہ وہ تو اس امر کا وقت ہے اور ایسا کردینے والا حقیقۃً اللہ
تعالےٰ ہے۔ یوہیں وَلَا یَغُوْثَ وَیَعُوْقَ وَنَسْرًا وَقَدْ اَضَلُّوْا کَثِیْرًا میں گمراہ کردینے کی نسبت

لہ جو شخص معظمات الٰہی کی تعظیم کریگا تو یہ تقوے قلوب میں سے ہے ۱۲

عہ اور جو شخص حرمات الٰہی کی تعظیم کریگا تو یہ اسکے لیے اسکے رب کے نزدیک اچھا ہے ۱۲

سہ جب مسلمانوں کے سامنے اللہ تعالےٰ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو زیادہ کر دیتی ہیں ۱۲

سہ وہ دن جو بچوں کو بوڑھا کر دیگا یعنی روز قیامت ۱۲

بتوں کیطرف مجاز عقلی ہے کیونکہ وہ گمراہی کا سبب ہیں۔ اور ہدایت وگمراہ کرنیوالا تو حقیقۃ اللہ وحدہ لاشریک ہے۔ اسیطرح فرعون کا جو قول نقل کیا گیا ہے یَا هَامَانُ ابْنِ لِی صَرْحًا اسمیں بنا کی نسبت ہامان کیطرف مجاز عقلی ہے اسلیئے کہ وہ تو سبب اور حکم دینے والا ہے خود بنانے والا نہیں بلکہ بنانے والے راج وغیرہ ہیں۔ احادیث نبویہ میں بھی مجاز عقلی بہت واقف پر ظاہر ہے منجملہ اون کے حدیث سابق ہے کہ حضرت آدم سے استغاثہ کرینگے کیونکہ حضرت آدم کا فریاد کو پہونچنا مجازاً حقیقۃً تو اللہ تعالے مغیث ہے باقی کلام عرب میں تو بے شمار مجاز عقلی ہے مثلاً انبت الربیع البقل میں ربیع یعنی بارش کو ساگ کا جمانیوالا بتایا حالانکہ حقیقۃً جمانے والا اللہ تعالے ہے۔ پس جسوقت کوئی عام شخص کہتا ہے کہ نبی صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے مجھکو نفع پہونچایا یا میری مدد کی وغیرہ وغیرہ تو وہ مجازی نسبت مراد لیتا ہے اور اسپر قرینہ یہہ ہے کہ وہ مسلمان وموحد ہے اللہ تعالے کے سوا کسی کی تاثیر کا معتقد نہیں تو ان مانعین توسل کا اس قسم کی باتوں کو شرک ٹھیرانا محض جہالت ہے اور عام موحدین کو دھوکہ میں ڈالنا ہے۔ تمام علما نے اسپر اتفاق کیا ہے کہ جب ایسی نسبت موحد سے صادر ہو تو مجاز پر محمول کی جلئے اور اسکے لیئے توحید قرینہ کافی ہے اسواسطے کہ اعتقاد صحیح تو اہل سنت وجماعت ہی کا ہے اور اون کا اعتقاد یہہ ہے کہ بندوں کا اور اونکے افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے اوسکے سوا نہ کسی زندہ کی کچھہ تاثیر ہے نہ مردہ کی تو یہہ اعتقاد خالص توحید ہے بخلاف اوسکے جو اسکے خلاف اعتقاد رکھتا ہے کہ وہ شرک میں مبتلا ہو جائیگا۔ اور زندہ مردہ میں فرق بتانا جیسا کہ ان مانعین توسل کے کلام سے مفہوم ہوتا ہے گویا وہ بندہ کو اپنے افعال کا خالق اعتقاد کرتے ہیں تو یہہ مذہب باطل ہے۔ اور ان کے اس اعتقاد کی دلیل یہہ ہے کہ وہ کہتے ہیں جب زندہ شخص کو پکارا جائے اور اوس سے وہ چیز طلب کیجائے جسپر وہ قادر ہے تو اسمیں کوئی حرج نہیں لیکن مردہ تو کسی چیز پر قادر رہی نہیں مگر اہل سنت (اکثرہم اللہ تعالے) کہتے ہیں کہ زندہ کسی چیز پر قادر ہے نہ مردہ بلکہ قادر حقیقی اللہ تعالے ہے اور بندہ کا باعتبار زندہ ہونے کسب ظاہر دکھے اور باعتبار تبرک بنام نبی صلے اللہ علیہ وسلم وغیرہ اخیار کے اور اون کو شفیع بنانے کے کسب باطنی ہی ہے۔ بندونکا اور اونکے افعال کا خالق تو اللہ وحدہ لاشریک ہی ہے اگرچہ صحت توسل پر بہت سے دلائل بیان ہو چکے ہیں لیکن انکے علاوہ اور دلیلیں ذکر کردینے میں کچھہ حرج نہیں۔ علامہ سید سمہودی

لہ اے ہامان (وزیر) میرے لیے ایک ستون بناوے ۱۲

نے خلاصۃ الوفا میں ذکر کیا ہے کہ بعد وفات نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم سے توسل صحیح ہونے پر
ایک دلیل وہ حدیث ہے جسے دارمی نے اپنی صحیح میں ابی الجوزا سے روایت کیا ہے کہ اہل مدینہ
سخت قحط میں مبتلا ہوئے تو اونہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالے عنہا سے شکایت کی
آپنے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف کے مقابل میں آسمان کیطرف ایک روشندان کرو کہ قبر شریف اور آسمان کے درمیان چھت
رہے چنانچہ اونہوں نے ایسا ہی کیا تو اسقدر مینہ برسا کہ خوب گھاس اوگی اور اونٹ اسقدر
فربہ ہوگئے کہ چربی پھوٹنے لگی۔ اسلیئے اوس سال کا نام عام الفتق ہوگیا۔ علامہ مراغی فرماتے
ہیں کہ قحط کے وقت طاق کھولدینا اہل مدینہ کی عادت ہے۔ قبۂ حجرہ مطہرہ کے نیچے سوراخ کھول
دیتے ہیں اگرچہ قبر شریف وآسمان میں چھت حائل ہو۔ علامہ مراغی کا یہہ کلام ذکر کرکے سید
سمہودی فرماتے ہیں کہ اب اہل مدینہ کی عادت یہہ ہے کہ چہرۂ شریف کے مقابل جو دروازہ ہے
اوسے کھولدیتے ہیں اور اس سے مقصود یہی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کو دربار الٰہی
میں وسیلہ وشفیع بنایا جائے کیونکہ عند اللہ آپکی قدر رفیع ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ
وسلم کے جاہ وبرکت سے توسل وتشفع مرسلین وسلف صالحین کی سنت وسیرت ہے"۔ اور بہت
سے علماء مذاہب اربعہ نے کتب مناسک میں زیارت نبی صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم کے موقع
پر ذکر کیا ہے کہ زیارت کرنے والیکو مسنون ہے کہ قبر شریف کیطرف منہ کرکے مغفرت ذنوب و
قضاء حاجات میں آنحضرت صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم سے توسل وتشفع کرے اور اسکا کہنا
بہت اچھا ہے جو عتبی وسفیان بن عیینہ سے مروی ہے یہ دونوں بزرگ امام شافعی کے مشائخ
میں سے ہیں۔ عتبی فرماتے ہیں کہ میں قبر شریف کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو ایک اعرابی نے آکر کہا
السلام علیك یارسول اللہ مینے اللہ تعالے کا ارشاد سنا ہے وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ الخ
اور میں اپنے گناہ سے توبہ کرکے آپکے پاس حاضر ہوا ہوں تاکہ رب عزوجل سے میری
شفاعت کریں۔ پھر روکر پڑھنے لگا۔ ؎

یا خیر من دفنت بالقاع اعظمہ	فطاب من طیبھن القاع والاکم
نفسی الفداء لقبرانت ساکنہ	فیہ العفاف وفیہ الجود والکرم

پھر وہ استغفار کرکے چلا گیا تو مجھپر نیند کا غلبہ ہوگیا اور مینے نبی صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کو خواب
میں دیکھا۔ آپنے مجھہ سے فرمایا کہ اے عتبی اوس اعرابی کو جاکر بشارت دو کہ اللہ تعالے نے
اوسکی مغفرت کردی میں اوسکے پیچھے نکلکر گیا تو اوسے نہ پایا۔ محل استدلال خواب نہیں ہے

کہ اوس سے احکام ثابت نہیں ہوتے۔ کیونکہ دیکھنے والے کو اشتباہ ممکن ہے جیسا کہ مذکور ہوا۔
بلکہ استدلال اس سے ہے کہ علما رنے مناسک میں ایسکے استحباب کا ذکر کیا ہے اور اون کے
اس قول میں "کہ ایک روایت میں اسطرح ہے اور ایک روایت میں اسطرح" منافات نہیں
ہے۔ کیونکہ احتمال ہے کہ راوی نے اس حدیث کی روایت بالمعنے کی ہو تو کبھی یا خیر الرسل سے
تعبیر کردی اور کبھی یا رسول اللہ سے۔ علے ہذا القیاس۔ اس قسم کی دیگر روایات۔ علامہ ابن
حجر جوہر منظم میں فرماتے ہیں بعض حفاظ نے ابی سعید سمعانی سے روایت کی ہے کہ حضرت علی
رضی اللہ تعالے عنہ وکرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم کے
دفن سے تین دن بعد ایک اعرابی نے آکر اپنے آپ کو قبر شریف علے صاحبہ افضل الصلاۃ والتسلیم
کے پاس گرادیا اور سر پر خاک ڈالکر کہنے لگا یا رسول اللہ آپنے جو فرمایا ہمنے سنا اور آپنے
جو اللہ تعالے سے یاد کیا اوسکو ہمنے آپ سے یاد کیا اور اللہ تعالے نے جو وحی آپ پر نازل
کی اوسمیں یہہ ارشاد بھی تھا کہ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ الخ تو میں اپنے نفس پر ظلم کرکے
اللہ تعالے سے استغفار کرتا ہوا آپکے پاس حاضر ہوا ہوں۔ پس قبر شریف میں سے آواز آئی
کہ تیری مغفرت کردیگئی یہی روایت ایک دوسرے طریقے سے بھی حضرت علی رض سے مروی ہے
جو روایت سمعانی کی موید ہے۔ اور اسکی موید وہ حدیث ہے جو بطریق صحیح آنحضرت صلے اللہ تعالی
علیہ وسلم سے مروی ہے کہ میری زندگی بھی تمہارے لیئے بہتر ہے کہ تم مجھہ سے باتیں کرتے ہو اور
میں تم سے اور میری وفات بھی تمہارے لیئے بہتر ہے کہ تمہارے اعمال میرے سامنے پیش
کیئے جاتے ہیں۔ نیکی دیکھتا ہوں تو اللہ تعالے کی حمد کرتا ہوں اور برائی دیکھتا ہوں تو تمہارے
واسطے استغفار کرتا ہوں۔ اور وہ امر بھی اسکی تائید کرتا ہے جسے علما رنے آداب زیارت میں
ذکر کیا ہے کہ زیارت کرنے والے کو مستحب ہے کہ اوس مقام شریف میں تجدید توبہ کرے۔
اور اللہ تعالے سے دعا کرے کہ اسکو توبہ نصوح بنادے اور یہ آیت وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَلَمُوْا الخ
پڑھکر آنحضرت صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم کو دربار الٰہی میں شفیع بنائے کہ توبہ قبول ہوجائے
اور استغفار اور تضرع کی کثرت کرے اور کہے نَحْنُ وَفْدُكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ وَزُوَّارُكَ جِئْنَاكَ
لِقَضَاءِ حَقِّكَ وَالتَّبَرُّكِ بِزِيَارَتِكَ وَالاسْتِشْفَاعِ بِكَ مِمَّا اَثْقَلَ ظُهُوْرَنَا وَاَظْلَمَ قُلُوْبَنَا
فَلَيْسَ لَنَا يَا رَسُوْلَ اللهِ شَفِيْعٌ غَيْرُكَ نُؤَمِّلُهُ وَلَا رَجَاءٌ غَيْرُ بَابِكَ نَصِلُهُ فَاسْتَغْفِرْ لَنَا
وَاشْفَعْ لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ وَاسْأَلْهُ اَنْ يَمُنَّ عَلَيْنَا بِسَائِرِ طَلَبَاتِنَا وَيَحْشُرَنَا فِيْ زُمْرَةِ عِبَادِهِ

الصَّالِحِينَ وَالعلماء العَامِلِينَ جوہر منظم میں یہ بھی ہے کہ ایک اعرابی نے قبر شریف کے سامنے
کھڑے ہو کر کہا کہ اے اللہ تعالے یہ تیرے حبیب ہیں اور میں تیرا بندہ ہوں اور شیطان
تیرا دشمن ہے پس اگر تو میری مغفرت فرماوے گا جب تو تیرے حبیب خوش ہونگے اور میں
کامیاب ہو جاونگا۔ اور تیرا دشمن رنجیدہ ہوگا۔ اور اگر تو میری مغفرت نکریگا تو تیرے حبیب
رنجیدہ ہونگے اور تیرا دشمن خوش ہوگا اور تیرا بندہ ہلاک ہو جائیگا اور اے رب تو اس سے
برتر ہے کہ اپنے حبیب کو رنجیدہ اور دشمن کو خوش اور بندے کو ہلاک کرے۔ اے اللہ عرب
کا جب کوئی سردار مرجاتا ہے تو وہ اسکی قبر پر غلام آزاد کرتے ہیں اور یہ تمام عالم کے
سردار ہیں پس اے ارحم الرحمین مجھے انکی قبر پر آزاد کردے۔ تو بعض حاضرین نے اوس
سے کہا کہ اے اول عرب اس اچھے سوال کے سبب سے اللہ تعالے نے تیری مغفرت فرما دی
اور علماء مناسک نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ قبر شریف کیطرف منہ کرکے دعا مانگنا قبلہ کیطرف
منہ کرنے سے افضل ہے جیسا کہ علامہ محقق کمال بن الہمام نے فرمایا ہے کہ قبر شریف کیجانب
منہ کرنا قبلہ کیجانب منہ کرنے سے افضل ہے اور یہ جو امام ابو حنیفہ رح سے منقول ہے کہ قبلہ
کی طرف منہ کرنا افضل ہے تو یہ نقل غیر صحیح ہے کیونکہ امام ابو حنیفہ نے خود اپنے مسند
میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالے عنہما سے روایت کی ہے کہ قبر مکرم کیطرف منہ اور قبلہ کیجانب
پیٹھ کرنا سنت ہے اور علامہ ابن جماعہ نے تصریح میں ابن الہمام پر سبقت کی ہے کہ اونہوں
نے قبر شریف کیطرف منہ کرنے کا استحباب حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالے عنہ سے
نقل کیا ہے اور کرمانی کے اس قول کا کہ قبلہ کیجانب منہ کرے رد کیا ہے کہ یہ کچھہ معتبر نہیں
پھر جوہر منظم میں ہے کہ قبر شریف کیطرف منہ کرنے پر یہ امر بھی دلیل ہے کہ ہم اسبات پر متفق
ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم قبر میں زندہ ہیں زائر کو جانتے ہیں۔ اور آپ جب
دنیا میں تشریف رکھتے تھے تو زیارت کرنے والے کو آپکی طرف منہ کرنا اور قبلہ کیطرف پیٹھہ
کرنا ہی پڑتا تھا۔ پس قبر شریف میں ہونے کے وقت بھی آپ کی زیارت یونہی ہے اور جب ہم نے
یہ اتفاق کر لیا کہ مسجد حرام میں جو مدرس قبلہ کیجانب منہ کرکے بیٹھتا ہے طالب علم اوسی کیطرف
منہ کریں اور قبلہ کی جانب پشت کریں تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کیا حال ہونا
چاہیئے آپ تو قطعاً اسکے زیادہ شایان ہیں اور امام مالک رح کا ارشاد خلیفہ منصور سے ذکر ہو چکا
ہے کہ تم آنحضرت کیطرف سے منہ کیوں پھیرتے ہو حالانکہ وہ تمہارے اور تمہارے دادا حضرت آدم کا اللہ

یک وسیلہ ہیں اور انہی کیطرف منہ کرو اور انکو شفیع بناؤ علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں تمام علماء مالکیہ نے قبر کے پاس اوسکی جانب منہ کرکے اور قبلہ کیطرف پشت کرکے دعا مانگنے کو مستحب لکھا ہے یہی مذہب ہے حضرت امام ابو حنیفہ و امام شافعی و جمہور کا نقل کیا ہے اور امام احمد کے مذہب میں اختلاف ہے۔ لیکن اوس مذہب کے محققین علماء کے نزدیک راجح باقی مذاہب کیطرح قبر شریف کیطرف منہ کرنا ہے۔ اسیطرح محقق حنابلہ کے نزدیک توسل کا استحباب مرجح ہے تو مذاہب ثلثہ کے موافق ہے امام سبکی نے شفاء السقام میں چاروں مذہب والوں کی تصریحات اسکے بارہ میں اچھیطرح نقل کی ہیں اور شیخ طاہر سنبل نے اپنے ایک رسالہ میں ذکر کیا ہے کہ علمائے حنابلہ میں سے اسکا بیان امام ابو عبد اللہ سامری نے مستوعب میں کیا ہے اور مکہ کے مفتی حنابلہ شیخ محمد بن عبد اللہ بن حمید سے اس مسئلہ میں فتویٰ کا کیا گیا تو اونہوں نے جواب دیا کہ حنابلہ کے یہاں راجح دعا کیوقت قبر شریف کیطرف منہ کرنا اور توسل کا مستحب ہونا ہے اور یہہ بہت سی معتبر کتابوں میں مذکور ہے منجملہ اون کے شرح مناسک المقنع ہے تصنیف امام شمس الدین بن مفلح صاحب الفروع منجملہ اون کے محرر مذہب شیخ منصور بھوتی کی تصنیف شرح الاقناع ہے منجملہ اون کے شرح غایۃ المنتہی ہے منجملہ اونکے منسک شیخ سلیمان بن علی جد شیخ محمد بن عبد الوہاب صاحب الدعوت ہے اور بھی بہت سے مؤلفین نے اسکا ذکر کیا ہے۔ اور بعضوں نے عتبے کے مشہور قصہ کو بھی بیان کیا ہے اور وہ حدیث جسمیں اللھم انی اسالك واتوجہ الیك الخ ہے اوسے ترمذی نے روایت کرکے صحیح بتایا ہے اور نسائی اور بیہقی نے بھی پھر مفتی مذکور نے بیان کیا کہ جب یہ ثابت ہو گیا تو ہمیں معلوم ہو گیا کہ حنابلہ کے نزدیک معتمد وہی ہے جو سائل نے ذکر کیا ہے یعنے بوقت دعا قبر کیطرف منہ کرنیکا اور توسل کا استحباب اور اسکا منکر امام احمد کے مذہب سے جاہل ہے آہ اور الوسی نے جو اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ بعضوں نے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالے عنہ ممانعت توسل نقل کی ہے تو یہ نقل غیر صحیح ہے اسلیئے کہ امام صاحب سے اونکے کسی مذہب والے نے اسے نقل نہیں کیا حالانکہ وہ اس سے خوب واقف ہیں بلکہ اون کی کتابیں استحباب توسل سے بھری پڑی ہیں اور مخالف کا نقل کرنا غیر معتبر ہے پس تم اس سے دہوکھا نہ کھانا اور مواہب لدنیہ مصنفہ امام قسطلانی میں ہے کہ ایک اعرابی نے قبر شریف کے سامنے کھڑے ہو کر کہا اے اللہ تو نے غلاموں کے آزاد کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ تیرے حبیب ہیں اور میں تیرا بندہ ہوں۔ پس مجھے اپنے حبیب کی قبر پر دوزخ سے آزاد کر دے۔ تو ایک ہاتف نے آواز دی کہ اے شخص تو صرف اپنی

آزادی کا سوال کرتا ہے تمام مسلمانوں کی آزادی کا سوال کیوں کیا۔ جا بیٹے تجھکو آزاد کیا
پھر علامہ قسطلانی نے ایک مشہور شعر لکھا ہے اور شارح زرقانی نے دوسرا شعر۔ وہ دونوں یہ ہیں

انّ الملوك اذا شابت عبیدهم
فی رقهم اعتقوهم عتق احرار
وانت یا سیدی اولی بذا کرما
قد شبت فی الرق فاعتقنی من النار

پھر مواہب میں حضرت حسن بصری رح سے روایت کی ہے کہ حضرت حاتم اصم نے آنحضرت صلے اللہ تعالی
علیہ وسلم کی قبر شریف کے پاس کھڑے ہو کر کہا پروردگار ہمنے تیرے نبی صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ
وسلم کے مزار کی زیارت کی ہے ہمیں ناکام واپس نہ کرنا تو آواز آئی کہ اے شخص ہمنے
تجھے اپنے حبیب کی زیارت قبر کی اجازت دی تھی تو تجھکو قبول ہی کر لیا تھا۔ جا تیری اور تیرے
ساتھ والوں کی مغفرت ہو گئی۔ ابن ابی فدیک کہتے ہیں مینے بعض علما و صلحا کو یہ کہتے سنا ہے
کہ جو شخص قبر نبی صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کے پاس کھڑے ہو کر آیہ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ
عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ تلاوت کر کے صلے اللہ علیك یا
محمد ستر مرتبہ کہیگا اوسے فرشتہ آواز دیگا صلے اللہ علیك یا فلان اور اسکی کوئی حاجت
بند نہ رہے گی۔ شیخ زین الدین مراغی وغیرہ فرماتے ہیں کہ یا محمد کی بجائے یا رسول اللہ کہنا
اولی ہے کیونکہ حیات و وفات دونوں حالتوں میں آپ کا نام لیکر پکارنا منع ہے اور ابن
فدیک اتباع تابعین وائمہ ثقات مشہورین میں سے ہیں صحیحین (بخاری ومسلم) وغیرہ کتب
سنن میں ان سے روایت کی گئی ہے۔ زرقانی شرح مواہب میں لکھتے ہیں اونکا نام محمد بن
اسمعیل بن مسلم الدیلمی ہے۔ سنہ دوسو میں اونکی وفات ہوئی ہے اور یہی روایت جو مواہب
میں ابن ابی فدیک سے بیہقی نے بھی بیان کی ہے اور شرح مواہب زرقانی میں ہے کہ دعا مانگنے
والا جب کہیگا۔ اَللّٰھُمَّ انی استشفع الیك بنبیك یا نبی الرحمة اشفع لی عند ربك
تو اوسکی دعا مقبول ہوگی۔ پس ان نصوص سے جو نبی صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم اور آپکے اصحاب

سلہ بادشاہوں کے غلام جب حالت غلامی میں بوڑھے ہو جاتے ہیں تو وہ ان کو آزاد کردیتے ہیں اور تو تو
اے میرے مولا اس سے زیادہ کرم کا شایاں ہے اور میں حالت غلامی میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ پس مجکو دوزخ سے
آزاد کر دے ۱۲ منہ سلہ اے اللہ میں تیری پاس تیرے نبی کو شفیع لاتا ہوں اے نبی رحمت اپنی رب سے میری شفاعت کیجیے ۱۲ منہ

مروی ہیں تمیز واضح ہوگیا کہ آنحضرت صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم سے توسل اور آپ کی زیارت
اور آپ سے طلب شفاعت قطعاً بلا شک وشبہ ثابت ہے اور اعظم قربات میں سے ہے
اور آپ سے توسل آپ کی پیدائش سے قبل اور بحالت حیات وبعد وفات ہر وقت واقع ہے
اور بعد بعث عرصات قیامت میں بھی آپ سے توسل ہوگا۔ مواہب میں ہے اللہ تعالے ابن
جابر پر رحم فرمائے کہ اونہوں نے کہا ہے

بہ قد اجاب اللہ آدم اذ دعا ۔۔۔ ونجی فی بطن السفینۃ نوح
وما ضرت النار الخلیل لنورہٖ ۔۔۔ ومن اجلہ نال الفداء ذبیح

پھر فرماتے ہیں کہ شیخ ابی عبد اللہ بن النعمان کی تصنیف کتاب مصباح الظلام فی المستغیثین بخیر
الانام" اس قسم کی کافی بحث ہے اسکے بعد مواہب میں بہت سے برکات کا ذکر کیا ہے جو ان کو
توسل نبی صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے حاصل ہوئی۔ بیہقی نے حضرت انس رض
سے روایت کی ہے کہ ایک اعرابی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس طلب بارش کیلئے
آیا اور چند اشعار پڑھے جنمیں سے اول یہہ تھا

اتیناک والعذراء یدمے لبانہا ۔۔۔ وقد شغلت ام الصبی عن الطفل ۔ اور آخر یہہ تھا
ولیس لنا الا الیک فرارنا ۔۔۔ واین فرار الخلق الا الی الرسل

تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوسکو منع نفرمایا بلکہ حضرت انس رض فرماتے ہیں کہ جب اعرابی
نے یہ اشعار پڑھے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم چادر مبارک کھینچتے ہوئے منبر پر تشریف
لیگئے اور خطبہ پڑھکر لوگوں کے لیئے دعا فرمائی۔ اور جبتک مینہ نہ برسنے لگا دعا مانگتے ہی رہے
صحیح بخاری میں ہے کہ جب اعرابی نے آکر نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قحط کی شکایت کی تو آپنے اللہ تعالے سے دعا کی اور مینہ برسنے لگا آپنے
فرمایا اگر ابو طالب ہمارے چچا زندہ ہوتے تو اونکی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں۔ اونکا قول ہمیں کون سنائیگا
حضرت علی رضی اللہ تعالے عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ شاید آپ اونکا یہہ قول مراد لیتے
ہیں وابیض یستسقے الغمام بوجہہ ۔ ثمال الیتامےٰ عصمۃ للارامل
تو آنحضرت صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ کھلگیا۔ اور آپنے شعر پڑھنے سے منع نہیں
کیا۔ اور نہ یستسقے الغمام بوجہہ کہنے سے اور اگر حرام یا شرک ہوتا تو آپ ضرور
منع فرماتے اور اسکے پڑھنے کی خواہش نہ کرتے اور ابوطالب نے اپنے قصیدہ میں جو اونہوں
نے آنحضرت صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں لکھا ہے۔ یہہ شعر اسوجہ سے لکھا ہے

کہ زمانہ جاہلیت میں قریش پر قحط پڑا تھا تو ابو طالبؓ اونکے لیئے بارش کی دعا کی اور نبی صلی اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم سے توسل کیا اور نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اوسوقت بچے تھے تو بادل سے خوب مینہ برسا پس ابوطالب نے یہہ قصیدہ لکھا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالے عنہما سے صحیح طریقہ پر مروی ہے کہ اللہ تعالے نے حضرت عیسے علیہ السلام کیطرف وحی بھیجی کہ اے عیسے محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ اور اپنی امت کو حکم دو کہ جو کوئی اون کو پائے تو اوپر ایمان لائے۔ اگر محمد نہ ہوتے تو میں جنت و دوزخ کو پیدا نکرتا۔ اور مینے عرش کو پانی پر پیدا کیا تو وہ ہلنے لگا پس اوسپر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ لکھدیا تو وہ ٹھیر گیا۔ جوہر منظم میں فرمایا کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہہ فضیلت و خصوصیت ہے تو کیا اون سے توسل نہ کیا جائے گا۔ قسطلانی شرح بخاری میں کعب احبار سے مروی ہے کہ جب بنی اسرائیل میں قحط پڑتا تو وہ اپنے نبی کے اہلبیت سے توسل کرتے اس سے معلوم ہوا کہ توسل امم سابقہ تک میں مشروع ہے۔ سید سمہودی خلاصۃ الوفا میں لکھتے ہیں۔ یہہ عام طور پر رواج ہے کہ جب کوئی شخص کسی کے پاس ایسے شخص کے توسل سے جاتا ہے جو اوسکے نزدیک ذی عزت ہے تو وہ اسکے سبب سے اوسکی عزت کرتا اور حاجت بر لاتا ہے۔ اور کبھی ذیجاہ کے وسیلہ سے اوسکی طرف رسائی ہوتی ہے جو اوس سے اعلے ہے۔ اور جبکہ اعمال صالحہ سے توسل جائز ہے۔" جیساکہ صحیح بخاری میں اون تین شخصوں کا قصہ لکھا ہے جنہوں نے غار میں پناہ لی تھی اور اوسکا دروازہ بند ہوگیا تھا۔ پس اون میں سے ہر ایک نے اپنے سب سے اچھے عمل کو اللہ تعالے کے یہاں وسیلہ بنایا تھا۔ تو وہ پتھر جسنے غار کا دروازہ بند کر دیا تھا ہٹ گیا تھا" تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے توسل احق واولے ہے کیونکہ آپ میں نبوت اور بیشمار فضائل موجود ہیں خواہ توسل آپ کی حیات میں ہو یا بعد وفات تو مومن جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے توسل کرتا ہے تو آپ کی نبوت سے کرتا ہے جو تمام کمالات کو جامع ہے۔ اور یہ مانعین توسل اعمال صالحہ سے توسل جائز بتاتے ہیں۔ باوجودیکہ وہ اعراض (قائم بالغیر) ہیں تو ذوات فاضلہ سے بدرجہ اولے جائز ہونا چاہیئے کیونکہ حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ سے توسل کیا۔ اور اگر ہم اعراض سے مخصوص مان بھی لیں تو کہینگے کہ جب اعمال صالحہ سے توسل جائز ہے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے باعتبار نبوت و رسالت وغیرہ اون کمالات کے کیوں نہیں جائز جو ہر کمال پر فائق اور حال و مآل میں ہر عمل صالح سے بڑھکر ہیں۔ باوجودیکہ یہہ احادیث سے بھی ثابت

ہے۔ وعلیٰ ہذا القیاس دیگر انبیاء و مرسلین اولیا و صالحین ہیں بھی طہارت قدسیہ و محبت رب البریہ
ہے جو اون کے مقرب ہونے کے سبب سے ہے پس اللہ تعالےٰ اون کے توسل سے مسلمانوں
کی حاجتیں پوری کرے گا۔ اور توسل ادب کامل اور ایسے الفاظ کے اجتناب سے ہونا چاہیے
جو تاثیر غیر خدا کے موہم ہیں۔ منجملہ دلایل جواز توسل کے حضرت سواد بن قارب رضی اللہ تعالےٰ
عنہ کا قصہ ہے جسے طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے۔ اوسمیں یہہ ہے کہ سواد بن قارب رضؓ
نے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے سامنے اپنا قصیدہ پڑھا جسمیں یہ اشعار تھے ؎

فاشہد ان اللہ لا رب غیرہ — وانک مامون علی کل غائب
وانک ادنی المرسلین وسیلۃ — الی اللہ یا ابن الاکرمین الاطائب
فمرنا بما یاتیک یا خیر مرسل — وان کان فیما فیہ شیب الذوائب
وکن لی شفیعا یوم لا ذو شفاعۃ — بمغن فتیلا عن سواد ابن قارب

تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونکو اس قول سے منع نہ فرمایا کہ ادنی المرسلین وسیلۃ
اور لی شفیعا۔ یونہی منجملہ ادلہ توسل کے آنحضرت کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ تعالےٰ
عنہا کا مرثیہ ہے جو اونہوں نے آنحضرت کی وفات پر لکھا تھا اوسمیں فرماتی ہیں ؎

الا یا رسول اللہ انت رجاؤنا — وکنت بنا برا ولم تک جافیا

اسمیں بعد وفات آپ کو ندا بھی ہے اور توسل بھی۔ اس مرثیہ کو صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم نے
سنا اور کسی نے اون کو اس سے منع نہ کیا۔ علامہ ابن حجر اپنی کتاب "الخیرات الحسان فی
مناقب الامام ابی حنیفۃ النعمان" کی پچیسویں فصل میں فرماتے ہیں کہ جن دنوں حضرت امام
شافعی رضی اللہ تعالےٰ عنہ بغداد میں تھے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے توسل
کیا کرتے تھے۔ اون کی قبر شریف کی زیارت کو جاتے تھے اور سلام کرتے تھے۔ اور پھر
اون کو دربار الٰہی میں قضاء حاجات کا وسیلہ بناتے تھے۔ یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت امام احمد
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امام شافعی رضؓ سے توسل کیا یہانتک کہ اون کے صاحبزادہ عبد اللہ
نے تعجب کیا تو فرمایا امام شافعی گویا آدمیوں کے لیے آفتاب ہیں اور بدن کے واسطے
عافیت۔ جب امام شافعی کو یہہ خبر پہونچی کہ اہل مغرب حضرت امام مالک رضؓ سے توسل کرتے
ہیں تو اونہوں نے منع نہیں کیا۔ امام ابوالحسن شاذلی رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی
کی کوئی حاجت ہو اور وہ اوسکا پورا ہونا چاہتا ہو تو اللہ تعالےٰ کے پاس امام غزالی سے توسل

کرے۔ علامہ ابن حجر اپنے کتاب الصواعق المحرقہ "لاخوان الضلال والزندقہ" میں لکھتے ہیں کہ امام شافعی نے اہل بیت نبوی سے توسل کیا کہ ۔ آل النبی ذریعتی وھم الیہ وسیلتی۔ ارجوبھم اعطے غدا۔ بیدی الیمین صحیفتی علامہ سید طاہر بن محمد بن ہاشم باعلوی اپنی کتاب "مجمع الاحباب" میں امام ابی عیسے ترمذی صاحب سنن رضی اللہ تعالے عنہ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ اونہوں نے خواب میں رب العزت کو دیکھا تو ایسی بات دریافت کی جس سے ایمان کی حفاظت ہو اور اوسی پر وفات ہو تو ارشاد ہوا کہ فجر کی سنتوں کے بعد فرضوں سے قبل یہہ پڑہ لیا کرو الٰھی بحرمۃ الحسن واخیہ وجدہ وبنیہ وامہ وابیہ نجنی من الغم الذی انا فیہ یاحی یا قیوم یاذا الجلال والاکرام اسألک ان تحیی قلبی بنور معرفتک یا اللہ یا ارحم الراحمین پس امام ترمذی سنت فجر کے بعد اسکو ہمیشہ پڑہا کرتے تھے اور اپنے اصحاب کو اسکے التزام کا حکم دیتے تھے۔ اگر توسل ممنوع ہوتا تو یہ امام (ترمذی) اسکو نہ کرتے اور نہ اسکا حکم دیتے اور ان کا فعل حجت ہے جسکی اقتدا کی جاتی ہے۔ بلکہ توسل کا تو سلف وخلف میں کسی نے انکار نہیں کیا۔ اب یہہ منکر پیدا ہو گئے ہیں۔ اذکار امام نووی میں ہے کہ نبی صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ فجر کی دو رکعتوں کے بعد کہے۔ اللّٰھم رب جبریل ومیکائیل واسرافیل ومحمد صلے اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم اجرنی من النار۔ علامہ ابن علان شرح اذکار میں لکھتے ہیں کہ انہی (جبریل وغیرہ) کو خصوصیت سے اسلیئے ذکر کیا کہ قبول دعا میں انسے توسل ہو ورنہ اللہ سبحانہ وتعالے تمام مخلوقات کا رب ہے پس سمجھہ لو کہ یہ توسل مشروع ہے۔ شرح حزب البحر للامام زروق میں بہت سے اخیار کا ذکر کر کے کہا اللھم انا نتوسل الیک بھم الخ (یعنے اے اللہ تعالے ہم تجھہ تک ان کو وسیلہ بناتے ہیں۔ کیونکہ ان کو تجھہ سے محبت تھی اور اون کو تیری محبت اسوقت تک نہ ہوئی جبتک تو نے اون سے محبت نہ رکھی تو وہ تیری محبت تک نہیں پہونچے پس ہمیں عافیت کاملہ شاملہ کے ساتھ اسکی تکمیل کرادے یہانتک کہ اے ارحم الراحمین ہم تیرے پاس حاضر ہو جائیں) اور بعض عارفین کی دعا میں یہہ الفاظ ہیں اللّٰھم رب الکعبۃ وبانیھا وفاطمۃ وابیھا وبعلھا وبنیھا نور بصری وبصیرتی وسری وسریرتی بعض عارفین فرماتے ہیں یہہ دعا نور بصر کیلیئے مجرب ہے۔ جو شخص سرمہ لگاتے وقت اسکو پڑھیگا اوسکی بصر منور ہو جائے گی۔ اور یہ اسباب عادیہ میں سے ہے مؤثر حقیقی تو اللہ وحدہ لاشریک ہی ہے جسطرح اللہ تعالے نے کھانے پینے کو سیری کا سبب بنا دیا ہے اور طاعت کو سعادت

وحصول درجات کے سبب اسیطرح اخیار سے جنکو اللہ تعالےٰ نے عظمت دی ہے اور جنکی عظمت کا حکم دیا ہے"۔ توسل کو قضاء حاجت کا سبب بنادیا ہے تو اسمیں کفر و شرک کچھہ نہیں جو شخص سلف وخلف کے اذکار وادعیہ واوراد کو تلاش کرے گا تو توسل کے بارہ میں بہت کچھہ پائیگا۔ اور مینے اس بارہ میں طول اسواسطے دیا کہ جسے اسمیں شک ہوا سپر یہ امر اچھی طرح واضح ہوجائے کیونکہ اکثر منکرین توسل بہت سے لوگوں پر شبہ ڈالتے ہیں جس سے اون کو اپنے اعتقاد باطل کیطرف مائل کرنا چاہتے ہیں تو ممکن ہے کہ ان نصوص سے وہ شخص واقف ہوجائے جسکی حفاظت اللہ تعالےٰ چاہتا ہے۔ پس وہ ان شبہات کیطرف متوجہ نہو اور اون کے ابطال ہیں حجت قائم کرے۔ تو تم جمہور وسواد اعظم کا اتباع کرو ورنہ اللہ و رسول سے جدا اور طریقہ مومنین سے علیحدہ ہوجاؤگے جسکا نتیجہ جہنم ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا اور رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں سواد اعظم کے ساتھ رہو۔ اسلئے کہ جو بکری گلہ سے علیحدہ رہ جاتی ہے اوسکو بھیڑیا کھالیتا ہے۔ اور فرماتے ہیں جو شخص جماعت سے ایک بالشت بھی علیحدہ ہوگا وہ اسلام کا پٹہ اپنی گردن سے نکالدے گا۔ علامہ ابن جوزی نے اپنی کتاب "تلبیس ابلیس" میں مفارقت سواد اعظم سے ڈراتے ہیں بہت سی حدیثیں ذکر کی ہیں۔ منجملہ اون کے حضرت عبداللہ بن عمر رضہ کی حدیث ہے کہ آنحضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نے جابیہ میں خطبہ پڑھا تو فرمایا جو شخص وسط جنت چاہے وہ جماعت کے ساتھ رہے اسلئے کہ شیطان ایک کے ساتھ ہے اور دو سے بہت دور ہے۔ اور منجملہ اون کے حدیث عرفجہ رضہ ہے وہ فرماتے ہیں مینے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالےٰ کا ہاتھ جماعت پر ہے اور شیطان اوسکے ساتھ ہے جو جماعت کا مخالف ہے۔ منجملہ اُنکے حدیث اسامہ بن شریک رضہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا اللہ تعالےٰ کا ہاتھ جماعت پر ہے جب کوئی شخص اوس سے علیحدہ رہ جاتا ہے تو شیطان اوسکو اچک لیتے ہیں جسطرح بھیڑیا اوس بکری کو اچک لیتا ہے جو گلہ سے علیحدہ رہجاتی ہے۔ اور منجملہ اون کے حدیث معاذ بن جبل رضہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شیطان انسان کا بھیڑیا ہے جسطرح بکریوں کا بھیڑیا۔ دور رہجانے والی بکری کو پکڑلیتا ہے۔ پس تم گھاٹیوں سے بچے رہو اور جماعت عام ومسجد کو لازم پکڑلو اور منجملہ اون کے حدیث ابی ذر رضہ ہے نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ

وآلہ وسلم فرماتے ہیں دو ایک سے بہتر ہیں اور تین دو سے اور چار تین سے پس تم جماعت کے ساتھ
رہو کیونکہ اللہ تعالے میری امت کو ہدایت ہی پر متفق کریگا۔ تو یہ منکرین توسل وزیارت جماعت
وسواد اعظم سے علیحدہ ہو گئے اور بہت سی آیات قرآنی جو مشرکین کے بارہ میں نازل ہوئی ہیں
اون کو اون مسلمانوں پر ڈھال دیا جنسے زیارت و توسل واقع ہوتی ہے جس کے سبب سے اکثر امت
علما، وصلحا و عباد و زہاد و عوام خلق کافر ٹھیر گئے اور کہدیا کہ یہ لوگ اونہی مشرکوں کی مثل ہیں
جو کہتے تھے کہ ہم بتوں کی عبادت اسواسطے کرتے ہیں کہ وہ ہمکو اللہ کا مقرب بنا دیں حالانکہ ہمکو
معلوم ہے کہ مشرکین تو غیر خدا کی الوہیت واستحقاق عبادت کا اعتقاد رکھتے ہیں مگر مسلمان کوئی
غیر خدا کی الوہیت واستحقاق عبادت کا اعتقاد نہیں رکھتا تو وہ مسلمانوں کو ان مشرکین کا
مثل کیسے بنا دیتے ہیں سبحانک ھذا بھتان عظیم ان منکرین توسل وزیارت کا اعتقاد یہ بھی
ہے کہ نبی صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم سے شفاعت طلب نہ کیجائے کہتے ہیں کہ اللہ تعالے نے
قرآن شریف میں فرمایا ہے مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ اور ولا یشفعون الا لمن
ارتضے (مطلب ان آیات کا یہ ہے کہ بغیر اجازت آلہی کے کوئی کسی کی شفاعت نہیں کرسکتا)
اور طالب شفاعت کو یہ معلوم نہیں کہ آنحضرت کو اوسکی شفاعت کا اذن مل گیا ہے تو وہ
کیسے آپ سے شفاعت چاہتا ہے۔ مگر ان کا یہ استدلال احادیث صحیحہ سے مردود و باطل ہے
جو نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شفاعت مومنین کے حصول اذن میں صریح ہیں چنانچہ احادیث
صحیحہ سے ثابت ہے کہ جو شخص اذان کے بعد اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ الخ پڑھیگا
اور جو بروز جمعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھے گا اور جو قبر شریف کی
زیارت کرے گا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اوسکی شفاعت فرمائینگے۔ ان کے علاوہ
اور بہت سے احادیث میں آیا ہے کہ جو شخص فلاں کام کریگا اوسکی شفاعت ہوگی جنکو
ہم ذکر کریں تو کلام طول ہو جاوے۔ بہت احادیث میں تصریح ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ
وسلم اپنے گنہگاران امت کی شفاعت کرینگے مثلاً ارشاد ہوتا ہے شفاعتی لاھل الکبائر
من امتی (میری شفاعت میری امت کے بڑے بڑے گناہ والوں کے لیے ہے) اور بہت سے
مفسرین نے ولا یشفعون الا لمن ارتضے کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ جو شخص ایمان پر
مرجائے وہ من ارتضے میں داخل ہے تو آنحضرت کی شفاعت میں شامل ہے۔ اس سے ثابت ہوگیا کہ
نبی صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم کو ہر اوس شخص کی شفاعت کا اذن ہے جو بحالت ایمان مرا ہے

ان منکرین کا یہہ بھی اعتقاد ہے کہ میت وجماد کو ندا کرنا کفر وشرک اور عبادت غیر اللہ ہے۔ انکی دلیل
یہہ ہے کہ ندا دعا ہے اور ہر دعا عبادت ہے بلکہ دعا مخ عبادت ہے۔ مگر یہہ تلبیس ہے جس سے
بہت موحدین کی گمراہی لازم آتی ہے اور اسکا جواب یہہ ہے کہ ندا کو کبھی دعا کہتی ہیں جیسے
ارشاد الٰہی ہے لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا مگر اوسے عبادت نہیں
کہتے تو ہر دعا عبادت نہ ہوئی اور اگر ہر ندا دعا اور ہر دعا عبادت ہو تو زندوں مردوں حیوانات
وجمادات سب کی ندا مطلقاً ممنوع ہو جائے گی حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ عبادت تو اوسی کی
ندا ہے جسکی الوہیت و استحقاق عبادت کا اعتقاد ہوا اور جسکے سامنے خضوع ہو پس شرک میں
ڈالنے والا تو الوہیت یا تاثیر غیر خدا کا اعتقاد ہے باقی صرف ندا اوسکے جسکی الوہیت وتاثیر
یا استحقاق عبادت کا اعتقاد نہ ہو یہہ ہرگز عبادت نہیں اگرچہ وہ میت یا غائب یا جماد و پتھر
وغیرہ بیجان چیز) ہو اور احادیث کثیرہ میں اموات وجمادات کو ندا آئی ہے تو اون کا یہہ قول
کہ ہر ندا دعا اور ہر دعا عبادت ہے علی الاطلاق والعوام غیر صحیح ہے اگر ایسا ہوتا تو زندہ مردہ
سب کی ندا منع ہوتی اسلیئے کہ اسبات میں دونوں یکساں ہیں کہ کسی چیز میں اونکی تاثیر نہیں اور
کوئی مسلمان غیر خدا کی الوہیت یا تاثیر کا اعتقاد نہیں رکھتا۔ اگر وہ یہہ کہیں کہ زندہ کی ندا
اور اس سے کسی چیز کا طلب کرنا اسواسطے ہے کہ وہ اس چیز پر قادر ہے باقی مردہ او جماد
میں کسی کام کی قدرت نہیں تو ہم کہیں گے کہ تمہارا یہہ اعتقاد کہ زندہ بعض اشیاء پر قادر ہے
اس اعتقاد کو مستلزم ہے کہ بندہ اپنے افعال اختیاریہ کا خالق ہے حالانکہ یہہ اعتقاد فاسد و
مذہب باطل ہے کیونکہ اہل سنت وجماعت کا اعتقاد یہہ ہے کہ بندوں کا اور اون کے افعال
کا خالق اللہ وحدہ لاشریک ہی ہے۔ بندہ کا صرف کسب ظاہری ہے اللہ تعالے فرماتا ہے واللہ
خلقکم وما تعملون اور فرمایا اللہ خالق کل شئ تو اسباب میں زندہ مردہ اور جماد سب برابر ہیں
کہ کسیکا خلق وتاثیر نہیں اللہ تعالے ہی مؤثر ہے تو توحید میں خارج غیر خدا کی تاثیر یا الوہیت
واستحقاق عبادت کا اعتقاد ہے۔ باقی صرف ندا میں بغیر اس اعتقاد کے کچھہ ضرر نہیں
احادیث جنمیں بغیر اعتقاد الوہیت وتاثیر کے اموات وجمادات کو ندا وارد ہے بہت ہیں
منجملہ اونکے اوس نابینا کا قصہ ہے جو عثمان بن حنیف سے مروی ہو چکی ہے جسمیں یا محمد انی
اتوجہ بك الی ربی ہے اور جسکو صحابہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد وفات استعمال
کیا اور بلال بن الحرث کا قصہ بھی مذکور ہو چکا ہے کہ اونہوں نے بھی قبر شریف پر جاکر عرض کیا

یا رسول اللہ اپنی امت کیلئے بارش کی دعا فرمائی منجملہ اونکے وہ احادیث ہیں جو زیارت قبور کے بارہ میں وارد ہیں کہ اونمیں سے بہت میں نداء وخطاب ہے مثلا السلام علیکم یا اهل القبور السلام علیکم اهل الدیار من المومنین وانا ان شاء الله بکم لاحقون یہ بھی سابق میں ذکر ہو چکا ہے کہ سلف وخلف اہل مذاہب اربعہ نے زائر کیلئے یہ مستحب بتایا ہے کہ قبر شریف کے سامنے کہے یارسول الله انی جئتك مُستغفِرًا من ذنبك مُستشفِعًا بك الی ربی یا رسول اللہ میں آپکے پاس اپنے گناہ سے استغفار کرتا اور آپکو پروردگار کیطرف شفیع بناتا ہوا آیا ہوں) اور صورت نداء التحیات میں بھی ہے جو ہر نماز میں پڑہی جاتی ہے کہ السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته اور حضرت بلال بن الحرث رضہ سے بروایت صحیح ثابت ہے کہ اونہوں نے عام القحط جسے عام الرمادہ بھی کہتے ہیں ایک بکری ذبح کی اور اوسے دبلا پایا تو کہنے لگے وامحمداہ وامحمداہ وامحمداہ اور یہہ بھی صحیح طور پر ثابت ہے کہ جب اصحاب نبی صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم نے مسیلمہ کذاب کو قتل کیا ہے تو اونکی عادت وامحمداہ وامحمداہ کہنے کی تھی۔ شفائے قاضی عیاض میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضہ کا ایک مرتبہ پیر سو گیا تو اونسے کسی نے کہا جس شخص کی سب سے زیادہ آپکو محبت ہو اوسے یاد کیجئے آپنے فرمایا وامحمداہ تو آپ کا پیر چلنے لگا۔ اور خطاب ونداء جمادات بہت سی احادیث میں وارد ہے چنانچہ مروی ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم کسی جگہ اُترتے تو فرماتے یا ارض ربی وربك الله (اے زمین میرا تیرا پروردگار اللہ ہے) اور فقہاء نے آداب سفر میں بیان کیا ہے کہ جب مسافر کا جانور ایسے مقام پر بھاگ جائے جہاں کوئی انیس نہو تو کہے یا عباد الله احبسوا (اللہ کے بندو پکڑ لو) اور جب کوئی چیز گم ہو جائے یا مدد چاہے تو کہے یا عباد الله اعینونی یا اغیثونی کیونکہ اللہ تعالے کے بہت سے بندے ہیں جنکو ہم نہیں دیکھتے اور اسپر فقہاء نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے جسکو ابن السنی نے حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب کسی کا جانور جنگل میں بھاگ جائے تو ندا کرے یا عباد الله احبسوا کیونکہ اللہ تعالے کے ایسے بندے ہیں جو اونکی حاجت پوری کر دیتے ہیں۔ اور طبرانی نے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب ایسی جگہہ جہاں کوئی انیس نہو کسیکی کوئی چیز جاتی رہے یا مدد چاہے تو کہے یا عباد الله اعینونی اسواسطے کہ اللہ کے ایسے بندے بھی ہیں جنکو تم نہیں دیکھتے۔ علامہ ابن حجر ایضاح مناسک کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ یہ دعا مجرب ہے جیسا کہ حدیث مذکور کے راوی نے بیان کیا ہے

اور ابوداؤد وغیرہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وآلہ وسلم جب سفر کرتے اور رات ہوجاتی تو فرماتے یاارض ربی وربك الله اعوذ بالله من
شرك وشر ما فيك وشر ما خلق فيك وشر ما يدب عليك اعوذ بالله من اسد واسود من
الحية والعقرب ومن شر ساكن البلد ووالد وما ولد فقہا نے ذکر کیا ہے کہ مسافر کو رات
ہوجائے تو اس دعا کا پڑہنا مستحب ہی۔ اور ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے اور دارمی نے
حضرت طلحہ بن عبید اللہ رض سے روایت کی ہے کہ آنحضرت جب پہلے دن چاند دیکھتے تو فرماتے
ربی وربك الله اور صحیح طور سے ثابت ہے کہ جب حضرت ابوبکر رض کو وفات رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وآلہ وسلم کی خبر پہونچی تو آپنے تشریف لاکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک
کھولا اور جھک کر اوسے بوسہ دیا پھر روکر کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ حیات ووفات
ہر وقت میں پاک رہے یا محمد پروردگار کے سامنے ہمارا ذکر کرنا اور ہمکو دل سے یاد رکھنا۔ اور
امام احمد کی روایت میں ہی کہ آپنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی کو بوسہ دیکر کہا وانبیاہ
پھر دوبارہ بوسہ دیکر کہا واصفیاہ سہ بار بوسہ دیکر کہا واخلیلاہ۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو
حضرت ابوبکر رض کے قول سے آپ کی وفات ثابت ہوگئی تو اونہوں نے روکر کہا میرے ماں باپ
آپ پر قربان یارسول اللہ آپ ایک شاخ سے تکیہ لگاکر خطبہ پڑہا کرتے تھے۔ جب لوگ زیادہ
ہوگئے اور آپنے اونکو سنانے کے لیئے منبر بنوالیا تو وہ شاخ آپ کے فراق سے روئی یہانتک
کہ آپنے اوسپر دست مبارک رکھدیا تو وہ چپ ہوا تو آپ کی امت کو بدرجہ اولے رونا چاہیئے۔
جبکہ آپ اون سے جدا ہوگئے میرے ماں باپ قربان یارسول اللہ پروردگار کے نزدیک آپکی
اسقدر فضیلت تھی کہ اوسنے آپ کی طاعت کو اپنی طاعت بنادیا اور فرمادیا من يطع الرسول
فقد اطاع الله میرے ماں باپ قربان یارسول اللہ پروردگار کے نزدیک آپ کی اسقدر فضیلت
ہے کہ اوسنے آپ کو تمام انبیاء کے آخر میں مبعوث فرمایا اور سب سے اول آپ کا ذکر کیا کہ واذ اخذنا
من النبيين ميثاقهم ومنك ومن نوح وابراهيم وموسى وعيسى میرے ماں باپ قربان
یارسول اللہ آپ کی یہہ فضیلت ہی کہ اہل دوزخ کو عذاب دیا جائیگا تو وہ تمنا کرینگے کہ کاش ہمنے
نے آپ کی اطاعت کی ہوتی کہینگے یا لیتنا اطعنا الله واطعنا الرسولا میرے ماں باپ
قربان یارسول اللہ ذراسی عمر میں آپکے اسقدر متبع ہوگئے جسقدر حضرت نوح کے اتنی زیادہ عمر
میں نہ ہوئے۔ پس ان الفاظ کو دیکھو جو حضرت عمرؓ نے فرمائے ہیں کہ انمیں بعد وفات آنحضرتؐ کو بار بار

اے زمین میرا اور تیرا رب اللہ ہے میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کی تیری برائی سے اور اس کی برائی سے جو تجھ میں ہے اور ... پناہ مانگتا ہوں ... شیر اور کالے سانپ اور بچھو اور ... والد اور ولد ... ۱۲

ندا ہے اور اسکو بہت سے ائمہ حدیث نے روایت کیا ہے اور قاضی عیاض نے شفا میں اور قسطلانی
نے مواہب میں اور غزالی نے احیاء میں اور ابن الحاج نے مدخل میں ذکر کیا ہے۔ اور بخاری نے حضرت
انس سے روایت کی ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ کی وفات ہوئی تو آپ کی صاحبزادی
حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا[1] یا ابتاہ اجاب ربا دعاہ یا ابتاہ جنۃ الفردوس ماواہ
یا ابتاہ الی جبریل ننعاہ آپکی پھوپھی حضرت صفیہ نے چندبار آپ کا مرثیہ پڑھا اور قصیدہ کے
مطلع میں فرمایا الا یا رسول اللہ کنت رجاءنا + وکنت بنا برا ولم تک جافیا +
اس بیت میں بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپکی وفات کے بعد ندا کیگئی ہے اور صحابہ میں سے کسی نے
باوجود اپنی موجودگی اور سماعت کے اسپر انکار نہیں کیا۔ اور میت کو بعد دفن تلقین بہت سے فقہا نے
ذکر کیا ہے اور اسبارہ میں حدیث طبرانی ذی اسناد کیا ہے جو حضرت ابی امامہ سے مروی ہے۔ اور بہت سے شواہد اسکو
مؤید ہیں۔ تلقین کی کیفیت یہہ ہے کہ دفن کے بعد میت سے قبر کے پاس کہے یا عبد اللہ ابن امۃ
اللہ اذکر عہدک الذی خرجت علیہ من الدنیا شہادۃ ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک
لہ وان محمدا عبدہ ورسولہ وان الجنۃ حق وان النار حق وان الساعۃ اتیۃ لاریب فیہا
وان اللہ یبعث من فی القبور قل رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد صلے اللہ
علیہ وسلم نبیا وبالکعبۃ قبلۃ وبالمسلمین اخوانا ربی اللہ لا الہ الا ہو رب
العرش العظیم اور حدیث مشہور میں ہے کہ بدر میں جب کفار قریش مقتول ہوئے اور ایک
گڈھے میں ڈالدیئے گئے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونکا اور اونکے آباء کا نام لیکر
پکارا اور فرمایا کیا تمکو یہہ بات اچھی معلوم ہوتی ہے کہ اللہ ورسول کی اطاعت کی ہوتی ہمنے
تو جو پروردگار نے وعدہ کیا تھا وہ ہمنے حق پایا کیا تمنے بھی اوسکا وعدہ حق پایا۔ اور ائمہ
احبار وعلمائے اخیار واولیائے کبار سے جو آثار مروی ہیں اور ندا اور خطاب کے جواز پر دلالت
کرتے ہیں وہ بہت ہیں۔ جنکو نقل کرتے کرتے عمریں ختم ہوتی ہیں اسپر بہت سے زمانہ گذر چکے
ہیں اور کسی نے انکار نہیں کیا تو ایسے امر کے سبب سے جسکا ثبوت براہین سے ہے اہل اسلام کی تکفیر
پر اقدام کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ حدیث صحیح میں ہے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہکے
پکاریگا تو دونوں میں سے ایک پر یہہ بات لوٹیگی۔ اگر وہ ایسا ہے جب تو اوسپر ورنہ کہنے
والے پر علماء فرماتے ہیں کہ ہزار کافروں کا قتل کرنا ایک مسلمان کے خون بہانے سے بہتر ہے
تو اس بارہ میں احتیاط واجب ہے۔ اہل قبلہ میں سے کسی پر حکم کفر ایسے ہی امر کے باعث کیا جاکے

جو واضح اور قاطع اسلام ہو میںنے شیخ محمد بن سلیمان الکردی المدنی صاحب الحواشی علے مختصر بافضل فی فقہ الشافعی رہ کا ایک رسالہ دیکھا اوسمیں اونہوں نے محمد بن عبدالوہاب کو جب وہ دعوت کیلیئے کھڑا ہو گیا مخاطب بنایا ہے۔ اور محمد بن عبدالوہاب شیخ موصوف کے تلامذہ میں سے ہے مدینہ منورہ میں اون سے پڑھا ہے۔ اسمیں فرماتے ہیں لے ابن عبدالوہاب۔ پیروان ہدایت پر سلام۔ میں تجھکو خالصاً لِلّٰہ نصیحت کرتا ہوں کہ مسلمانوں سے اپنی زبان روک۔ اگر کسی شخص کو تو سنے کہ وہ سوا اللہ تعالے کے کسی مستغاث بہ کی تاثیر کا اعتقاد رکھتا ہے تو اوسے حق بات بتادے اور اوسکی دلیلیں بیان کردے کہ غیر خدا کی تاثیر نہیں ہے۔ اگر وہ نہ مانے تو اسوقت خاص اوسکو کافر کہدے مگر مسلمانوں کے سواد اعظم کی تکفیر تجھکو جائز نہیں۔ تو سواد اعظم سے شاذ ہے۔ تو جو شخص سواد اعظم سے علیحدہ ہے اوسکی طرف نسبت کفر زیادہ قریب ہے کیونکہ اوسنے غیر طریقہ مومنین کا اتباع کیا اللہ تعالے ارشاد فرماتا ہے وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا اور بھیڑیا اوسی بکری کو کھا لیتا ہے جو دور رہ جاتی ہے آہ حاصل یہ ہے کہ مانعین توسل و زیارت حد سے تجاوز کر گئے۔ اکثر امت کو کافر بنا دیا اونکی جان و مال کو حلال ٹھیرا دیا اونکو اون مشرکین کی مثل بنا دیا جو زمانہ نبی صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم میں تھے اور کہدیا کہ جو لوگ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر انبیاء و اولیاء و صلحاء سے توسل کرتے قبر شریف کی زیارت کرتے آنحضرت کو یا رسول اللہ نسألك الشفاعة کہکر پکارتے ہیں وہ مشرک ہیں اور آیات قرآنیہ جو مشرکین کے بارہ میں نازل ہوئی ہیں اونکو خاص و عام مسلمانوں پر ڈہال دیا مثلاً یہ ارشاد الٰہی فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا اور وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُو مِن دُونِ اللَّهِ مَن لَّا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَن دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ ۝ وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ اور وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ فَتَكُونَ مِنَ الْمُعَذَّبِينَ اور لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُم بِشَيْءٍ إِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ إِلَى الْمَاءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهِ وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ اور وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِن قِطْمِيرٍ إِن تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ اور قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا أُولَٰئِكَ

الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا اس قسم کی آیات قرآن میں بہت ہیں ان سب میں دعا کے معنے ندا لیئے پھر مومنین موحدین پر ان آیات کو صادق کر دیا اور کہدیا کہ جو شخص نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یا دیگر انبیا، اولیا، صلحا سے استغاثہ کریگا یا آپکو پکارے گا یا آپ سے شفاعت چاہے گا وہ ان مشرکین کی مثل ہے اور ان آیات کے عموم میں داخل ہے کیونکہ مشرکین بتوں کی تاثیر یا خلق کا اعتقاد نہ رکھتے تھے بلکہ خالق اللہ تعالے ہی کو جانتے تھے جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہے وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ تو اللہ تعالے انپر کفر و شرک کا حکم اسیوجہہ سے دیا کہ وہ بتوں کو اللہ تعالے سے قریب کرنے والا کہتے تھے. تو یہہ لوگ بھی اونہی جیسے ہیں، اور توحید دو قسم کی ہے. توحید ربوبیت جسکا اقرار مشرکوں نے بھی کیا. اور توحید الوہیت جسکا اقرار موحدوں نے کیا. اور یہی توحید دین اسلام میں داخل کرتی ہے. باقی توحید ربوبیت کافی نہیں. لیکن انکا یہ تمام کلام باطل ہے. اسواسطے کہ آیات میں جو دعا ہے وہ بمعنے عبادت کے ہے. انہوں دہوکھا دیکر اوسے بمعنے نداء کے ٹھیرا دیا اسکا بطلان نصوص سابقہ سے تمکو معلوم ہوچکا ہے اور توحید کی دو قسمیں بتانا بھی باطل ہے. اسلیئے کہ توحید ربوبیت ہی توحید الوہیت ہے. تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالے نے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ فرمایا ہے الست بالٰھکم نہیں فرمایا. صرف توحید ربوبیت پر کفایت کی اور یہ بات معلوم ہے کہ جو شخص اللہ تعالے کی ربوبیت کا اقرار کرے گا وہ اوسکی الوہیت کا اقرار کریگا. کیونکہ رب آلہ کا غیر نہیں بلکہ وہی بعینہ آلہ ہے. حدیث میں ہے کہ دو فرشتے بندہ سے قبر میں پوچھتے ہیں مَنْ رَّبُّكَ (تیرا رب کون ہے) من الٰھک نہیں کہتے تو ثابت ہوا کہ توحید ربوبیت ہی توحید الوہیت ہے. اور تعجب ہے کہ ان لوگوں کے پاس مسلمان آکر کہتا ہے اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ تو اوس سے کہتے ہیں تو نے توحید الوہیت نہیں پہچانی. یہہ تو توحید ربوبیت ہے اور اسکے جان و مال کو تلبیسات باطلہ سے حلال کر لیتے ہیں حالانکہ کافر کی توحید صحیح کب ہے کیونکہ اگر اوسکی توحید صحیح ہوتی تو اوسے دوزخ میں سے نکال لیتے اسلیئے کہ دوزخ میں کوئی موحد باقی نہ رہیگا. اے مسلمانوں کیا تمنے احادیث و سیر میں سنا ہے کہ جب عرب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اسلام لانے کو آتے تھے تو آپ اون کو توحید ربوبیت و الوہیت کی تفصیل بتاتے تھے اور کہتے تھے کہ توحید الوہیت ہی دین اسلام میں داخل کریگی

یا صرف شہادتین وظاہر الفاظ پر کفایت کرکے اونکی اسلام کا حکم دیتے تھے۔ یہہ اللہ ورسول پر محض افترا وبہتان ہے اسلیئے کہ جو شخص رب کو ایک بتائیگا الہ کو بھی ایک بتائیگا۔ اور جو رب کا شریک بتائیگا آلہ کا بھی بتائے گا۔ مسلمانوں کا آلہ سوائے رب کے کوئی نہیں۔ پس جب وہ لا الہ الا اللہ کہتے ہیں تو صرف اللہ کے رب ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ لہذا جسطرح غیر خدا سے ربوبیت کی نفی کرتے ہیں۔ الوہیت کی بھی نفی کرتے ہیں۔ اور ذات وصفات وافعال ہیں اوسکے لیئے وحدانیت ثابت کرتے ہیں اور مشرکین کو شرک وکفر میں ڈالنے والا صرف اونکا یہہ قول نہیں کہ تب ہمکو خدا سے قریب کردینگے۔ جیساکہ اس قائل نے گمان کیا بلکہ اونکا یہہ اعتقاد ہے کہ غیر خدا کبھی آلہ اور مستحق عبادت ہوتا ہے اگرچہ خالق ومؤثر اللہ تعالےٰ ہے۔ جب انپر اسطرح حجت قائم کیگئی کہ وہ تمہارے ضرر ونفع پر قدرت نہیں رکھتے اور پیدا نہیں کرتے بلکہ خود مخلوق ہیں تو اونہوں نے کہا کہ ہم اونکی عبادت صرف اس غرض سے کرتے ہیں کہ وہ ہمکو اللہ تعالےٰ کا مقرب بنا دیں پس غیر خدا کی الوہیت واستحقاق عبادت کے اعتقاد نے ہی اون کو شرک میں ڈالدیا اور اس اعتقاد کے ہوتے ہوئے اون کو اس اعتقاد نے نفع نہ دیا کہ خالق ومؤثر اللہ ہی ہے۔ مگر الحمد للہ اہل اسلام تو اس سے بری ہیں۔ کیونکہ وہ سوا خدا کے کسی کو مستحق عبادت والوہیت نہیں سمجھتے یہہ ہے فرق دونوں حالتوں میں۔ لیکن یہہ جاہل اہل اسلام کو کافر ٹھہرانے والے چونکہ اس فرق کو نہ سمجھے تو مخبوط ہو کر کہنے لگے کہ توحید کی دو قسمیں ہیں اور اسکے سبب سے مسلمان کی تکفیر تک پہونچ گئے۔ تم نصوص سابقہ پر غور کرو تو انشاء اللہ تعالےٰ حال واضح ہوجائیگا۔ اور تمکو معلوم ہوجائیگا کہ جس اعتقاد پر سواد اعظم ہے وہی حق ہے۔ جس سے مفر نہیں۔ ان ملحدین مکفرین اہل اسلام کا یہہ اعتقاد بھی ہے کہ صالحین کے پاس جانا اور اون سے تبرک شرک اکبر ہے۔ یہہ بھی باطل ہی کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ حضرت عمر رضہ بن الخطاب اور علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہما کو حکمدیا کہ اویس قرنی رضہ کے پاس جاکر اونسے دعا واستغفار چاہیں کہ صحیح مسلم میں ہے اور تبرک بآثار صالحین کے متعلق یہہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے آب وضو کے لیئے ازدحام کرتے اور اوسے تبرک بناتے تھے۔ جب آپ ناک صاف کرتے یا تھوکتے تو اوسے لیکر مل لیتے تھے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حجامت کے وقت حجام کے پاس اژدحام کرلیتے تھے۔ جب آپنے پچھنی لگوائی تو حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضہ نے آپ کا خون پی لیا اور حضرت ام ایمن رضہ نے آپ کا پیشاب پی لیا۔ تو آپنے اون سے فرمایا اے ام ایمن تمہارے لیئے صحت ہو

له بلکہ لا الہ الا اللہ میں
اصل مقصود توحید الوہیت
[illegible]
۱۲ منہ

حال محمد بن عبدالوہاب نجدی کا

یہہ تمام امور احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں جنکا انکار جاہل یا معاند ہی کریگا۔ بلکہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم سقایۂ عباس رضؓ کے پاس پانی پینے تشریف لیگئے تو حضرت عباس رضؓ نے اپنے صاحبزادے
حضرت عبداللہ کو حکم دیا کہ نبی صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم کیلئے گھر سے اور پانی لاؤ اور کہا یا رسول اللہ
اس پانی میں عام ہاتھ لگتے رہتے ہیں تو ہم آپ کے لیئے دوسرا پانی لائیں۔ آپنے فرمایا نہیں میں
تو مسلمانوں کی برکت اور اوسی پانی کو چاہتا ہوں جسے اونکے ہاتھ لگتے ہیں۔ تو جب رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں تو دوسروں کا کیا حال ہونا چاہیئے۔ پس ہر مسلمان میں نور و برکت
ہے اور تاثیر غیر خدا کا اعتقاد رکھتے نہیں تو آثار صالحین سے طلب برکت میں شرک یا حرمت کچھہ
نہیں۔ باقی یہہ لوگ تو مسلمان کو دھوکہ دیتے ہیں تاکہ اپنے اغراض تک پہونچ جائیں۔ فلاحول
ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم یہہ موحد اوسیکو سمجھتے ہیں جو انکے قول میں انکا اتباع کرے تو انکی
خیال پر موحد بہت ہی کم رہ گئے۔ محمد بن عبدالوہاب نے یہہ بدعت نکالی ہے مسجد درعیہ میں
خطبہ پڑہا کرتا تھا اور کہتا کہ جو شخص نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے توسل کرے وہ کافر ہے لیکن
اوسکے بھائی شیخ سلیمان بن عبدالوہاب اہل علم میں سے تھے تو وہ اسکے ہر فعل و حکم کا سخت
انکار کرتے تھے تو اونہوں نے اسکی بدعات میں سے کسی بات کا اتباع نہیں کیا۔ ایکدن اونہوں
نے اوس سے فرمایا کہ اے محمد بن عبدالوہاب ارکان اسلام کے ہیں۔ اسنے کہا پانچ تو اونہوں
نے فرمایا کہ تو نے چھ کر دیئے ہیں۔ جو شخص تیرا اتباع نہ کرے وہ مسلمان نہیں۔ یہہ تیرے نزدیک
چھٹا رکن ہے۔ اور ایک دن ایک شخص نے اس سے کہا کہ رمضان میں ہر رات اللہ تعالے
کسقدر بندے آزاد کرتا ہے۔ کہا ایک لاکھ اور آخر رات میں اتنے آزاد کرتا ہے جتنے تمام مہینہ
میں کیئے ہیں۔ اوس شخص نے کہا کہ تیرے متبعین تو اوسکا عشر عشیر (سو میں سے ایک حصہ) بھی
نہیں تو یہہ کون مسلمان ہیں جنکو اللہ تعالے آزاد کرتا ہے حالانکہ مسلمانوں کا حصر اپنے آپ اور
اپنے متبعین میں کرتا ہے۔ پس وہ مبہوت (حیران و مخبوط) ہوگیا اور جب اوسکے اور اوسکے بھائی
میں نزاع بڑہ گیا تو اون کو خوف ہوا کہ میرے قتل کا حکم نہ دے دے لہذا وہ مدینہ منورہ کو
رحلت کر گئے اور اوسکے رد میں ایک رسالہ لکھکر روانہ کیا۔ مگر وہ باز نہ آیا اور بھی بہت سے علمائ
حنابلہ وغیرہ نے اسکے رد میں رسائل تالیف کرکے اوسکو بھیجے۔ لیکن وہ باز نہ آیا۔ ایک مرتبہ ایک
شخص نے جو ایک قبیلہ کا سردار تھا اور جسپر وہ حملہ نہ کرسکتا تھا اوس سے کہا کہ اگر تجھکو کوئی
شخص صادق صاحب دین و امانت جسے تو سچا جانتا ہو خبر دے کہ بہت سے لوگ تیرے اوپر

چڑھ آئے ہیں جو فلاں پہاڑ کے پیچھے ہیں اور تو ہزار سواروں کو اون لوگوں کے دیکھنے کو بھیجے تو وہ کسیکا پتہ نہ پائیں بلکہ اوس مقام پر اونمیں سے کوئی آیا ہی نہ ہو تو تو اون ہزار کو سچا سمجھیگا یا اوس ایک صادق شخص کو۔ کہا میں ہزار کو سچا سمجھونگا۔ تو اس شخص نے کہا کہ تمام مسلمان علماء گذشتہ و موجودہ اپنی کتابوں میں تیرے اقوال کی تکذیب و رد کرتے ہیں تو ہم اون کو سچا سمجھتے ہیں اور تجھکو جھوٹا اسکا وہ کچھہ جواب نہ دے سکا۔ ایک بار ایک اور شخص نے اوس سے کہا کہ یہہ دین جو تو لایا ہے متصل ہے یا منفصل کہا میرے مشائخ اور اون مشائخ کے مشائخ چھہ سو برس تک سب مشرک ہیں۔ تو اوس شخص نے کہا کہ ایسی حالت میں تیرا دین منفصل ہے نہ کہ متصل تو تو نے اسکو کس سے لیا۔ کہا وحی الہام سے جسطرح خضر نے اوسنے کہا یہہ تو تجھہ ہی میں منحصر نہیں۔ ہر شخص وحی الہام کا دعوے کرسکتا ہے۔ پھر اوس شخص نے اس سے کہا توسل اہل سنت کے نزدیک مجمع (متفق) علیہ ہے یہانتک کہ ابن تیمیہ نے بھی اس میں دو وجہیں ذکر کی ہیں اور اس کے فاعل کو کافر نہیں بتایا ہے بلکہ رافضی خارجی اور تمام بدعتی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحت توسل کے قائل ہیں تو تو کیسے کافر کہتا ہے۔ محمد بن عبدالوہاب نے اس سے کہا کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ سے طلب بارش کی نبی صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم سے کیوں نہ کی۔ اس سے مراد یہہ تھی کہ حضرت عباسؓ زندہ تھے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم وفات پاچکے تھے تو آپ سے توسل نہ کیا گیا۔ اوس شخص نے کہا یہہ تو تیرے اوپر حجت ہے اسلیئے کہ حضرت عمرؓ کا حضرت عباس رضؓ سے طلب بارش کرنا لوگوں پر یہہ ظاہر کرنے کے لیئے تھا کہ توسل غیر نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی صحیح ہے۔ اور تو حضرت عمرؓ کے اس فعل سے کیسے حجت لاتا ہے۔ حضرت عمرؓ وہی تو ہیں جنہوں نے قبل پیدائش نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت آدم کے توسل کی حدیث روایت کی ہے۔ تو توسل بالنبی صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم تو حضرت عمرؓ وغیرہ کو معلوم تھا حضرت عمرؓ نے یہی چاہا کہ لوگوں کو غیر نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحت توسل معلوم ہوجائے۔ پس وہ مبہوت و حیران رہ گیا مگر اپنی خرافت پر قائم رہا۔ اوسکی خرافتوں میں سے ایک یہہ بات بھی ہے کہ جب اوسنے لوگوں کو زیارت نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منع کردیا تو کچھہ لوگ احسا سے نکلے اور نبی صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔ یہہ خبر اوسکو پہونچ گئی۔ جب وہ واپسی میں درعیہ ہوکر گذرے تو اوسنے اونکی داڑھی مونڈنے کا حکم دیا پھر اوں کو درعیہ سے احسا تک

اولٹا سوار کرکے بھیجا۔ ایک مرتبہ اسکو خبر ملی کہ اون لوگوں کی ایک جماعت نے جو اس کے متبع نہیں
آفاق بعیدہ سے زیارت وحج کا قصد کیا ہے۔ درعیہ ہوکر گذرے تو اون میں سے بعض اوسکو
اپنے کسی پیرو سے کہتے ہوئے سنا کہ مشرکوں کو مدینہ کے راستے جانے دو اور مسلمانوں کو ہمارے
ساتھ رہنے دو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑہنے سے منع کرتا اوسکے سننے سے ناراض
ہوتا تھا۔ شب جمعہ میں اور مناروں پر بلند آواز سے درود پڑہنے کو منع کرتا تھا۔ جو ایسا کرتا اوسے
سخت سزا دیتا یہانتک کہ ایک نابینا شخص جو مؤذن صالح اور خوش آواز تھا اوسکو بعد
اذان منارہ میں درود پڑہنے سے منع کیا اسنے نہ مانا اور درود پڑہا تو اوسکے قتل کا حکم دیدیا
اور کہا کہ زانیہ کے گھر میں رباب (چنگ) کا گناہ منارہ میں درود پڑہنے سے بہت کم ہے۔
اور اپنے اصحاب کو دہوکھہ دیتا تھا کہ یہہ تمام امور توحید کے محافظ ہیں۔ دلائل الخیرات وغیرہ
جو درود کی کتابیں ہیں اون سب کو جلادیا۔ اپنے متبعین کو کتب فقہ وتفسیر وحدیث کے مطالعہ
سے منع کرتا تھا۔ بہت سی کتابیں جلا بھی ڈالیں۔ اپنے ہر پیرو کو اجازت دیدی تھی کہ قرآن
کی تفسیر اپنے فہم کے مطابق کرے یہانتک کہ اوسنے اپنے متبعین کو برانگیختہ کردیا۔ اونمیں سے
ہر ایک ایسا ہی کرتا تھا۔ اگرچہ قرآن اوسے بالکل یاد نہ ہو جسے یاد نہوتا۔ وہ کسی دوسرے سے
کہتا کہ تم قرآن پڑہو میں اوسکی تفسیر بتاؤں۔ جب وہ پڑہتا تھا تو یہہ اپنی رائے سے تفسیر کردیتا
تھا۔ محمد بن عبدالوہاب نے اسکو کتب علم ونصوص علما پر مقدم ٹھیرادیا تھا۔ ائمہ اربعہ کے اکثر
اقوال کو کہدیا کرتا تھا کہ یہہ کچھہ نہیں اور کبھی اشتباہ ڈالتا اور کہتا تھا کہ امام تو حق پر ہیں مگر
اون کے متبعین علما جنہوں نے مذاہب اربعہ میں کتابیں تالیف کی ہیں۔ گمراہ ہیں۔ اور انہوں
نے دوسروں کو بھی گمراہ کیا ہے۔ کبھی کہتا تھا۔ شریعت تو ایک ہے ان لوگوں نے چار مذاہب
کیسے بنالیئے ہیں۔ ہم تو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر ہی عمل کرتے ہیں۔ کسی مصری یا شامی
یا ہندی کے قول کی پیروی نہیں کرتے اس سے مراد اکابر علما رحنابلہ وغیرہ ہیں جنہوں نے
اسکے رد میں کتابیں لکھیں۔ پس اوسکے نزدیک حق وہی تھا جو اوسکی خواہش کے موافق ہو
اگرچہ نصوص شرعیہ واجماع امت کی مخالف ہو اور باطل وہ تھا جو اوسکی خواہش کے مطابق
نہ ہو اگرچہ وہ نص جلی سے جسپر اجماع امت ہو ثابت ہو اکثر نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تنقیص
مختلف عبارتوں سے کیا کرتا تھا۔ اور سمجھتا تھا کہ میرا قصد محافظت توحید ہے مثلاً کہتا تھا کہ
آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم طارش ہیں۔ اسکے معنے اہل مشرق کی لغت میں اوس شخص کے

ہیں جو ایک قوم کیطرف سے دوسری قوم کیطرف بہیجا جائے۔ مطلب یہہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حامل کتب ہیں یعنی آپ کا انتہائی مرتبہ یہہ ہے کہ وہ طارش کیطرح ہیں جو لوگوں کو امیر وغیرہ کا پیغام پہونچا کر لوٹ آتا ہے۔ یہہ بھی کہتا تھا کہ مینے قصہ حدیبیہ کو دیکھا تو اوس میں فلان فلان بات جھوٹی پائی۔ اسکے علاوہ اور اسی قسم کی باتیں بکتا تھا یہاں تک کہ اوسکے متبعین بھی اوسی کی طرح بلکہ اوس سے زیادہ قبیح اقوال کہتے تھے کہ ہمارا عصا محمدؐ سے بہتر ہے (خاکش بدہاں نعوذ باللہ تعالےٰ من امثال ہذہ الاقوال) اسواسطے کہ اس سے سانپ وغیرہ کے قتل میں نفع ملتا ہے۔ اور محمدؐ تو مر چکے ہیں۔ اون سے کچھ نفع نہیں۔ وہ تو طارش تھے سو گذر چکے۔ بعض علماء نے اسکے رد میں لکھا ہے کہ یہہ چاروں مذہبوں میں بلکہ تمام اہل اسلام کے نزدیک کفر ہے۔ محمد بن عبد الوہاب ابتدائے عمر میں مدینہ میں طالب علمی کرتا تھا۔ مدینہ و مکہ کے درمیان میں آیا جایا کرتا تھا اور اسکی اصل بنی تمیم سے ہے۔ بہت سے علماء مدینہ سے پڑھا ہے۔ منجملہ اون کے شیخ محمد بن سلیمان الکردی الشافعی اور شیخ محمد حیات السندی الحنفی۔ یہہ دونوں شیخ مذکور وغیرہ اوسکے اشیاخ اس میں الحاد و ضلال کی علامت پاتے تھے اور کہتے تھے کہ یہہ عنقریب گمراہ ہو جائے گا۔ اور اسکے سبب سے اور لوگ بھی جو ملعون و شقی ہیں گمراہ ہوں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اون کی فراست غلط نہ ہوئی۔ اسکے والد عبد الوہاب علماء صالحین میں سے تھے۔ وہ بھی اس میں الحاد کی علامت پاتے تھے اور اکثر اسکی برائی کرتے لوگوں کو اس سے ڈراتے تھے۔ اسیطرح اسکے بھائی سلیمان بن عبد الوہاب اسکی ایجاد کردہ بدعات و ضلال و عقائد واہیہ کا انکار کرتے تھے پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ اونہوں نے اسکے رد میں کتاب لکھی تھی۔ محمد بن عبد الوہاب کی ولادت سنہ گیارہ سو گیارہ میں ہوئی۔ اور بہت مدت تک زندہ رہا یہانتک کہ اسکی عمر بانوے سال کی ہوئی۔ کیونکہ سنہ بارہ سو چھ میں وفات ہوئی۔ جب اسنے اپنے وسوسہ شیطان یعنے بدعت و ضلالت کا اظہار کرنا چاہا تو مدینہ سے شرق کیطرف رحلت کر گیا اور لوگوں کو توحید و ترک شرک کی دعوت دینے لگا۔ آدمیوں کو مزخرفات باتیں سناتا اور سمجھاتا تھا کہ جسقدر لوگ ہیں وہ سب شرک و ضلال ہے اور اپنا عقیدہ درجہ بدرجہ ظاہر کرتا تھا۔ پس بہت سے عام جنگلی لوگوں نے اوسکا اتباع کر لیا۔ شرق

میں اوسکی اس حالت کا ابتدائی ظہور سنہ گیارہ سو تتالیس میں ہوا اور سنہ گیارہ سو
پچاس میں نجد اور اوسکے مواضعات میں شہرت ہو گئی - اور امیر الدرعیہ محمد بن
سعود اسکی مدد کو کھڑا ہو گیا اور اسکو اپنی وسعت ملک و نفاذ امر کا وسیلہ بنایا - اور
اہل درعیہ کو محمد بن عبد الوہاب کی متابعت پر آمادہ کر دیا پس درعیہ اور اوسکے حوالی
کے لوگوں نے اسکا اتباع کیا - اور یکے بعد دیگرے عرب کے بہت سے قبائل اوسکی اطاعت
کرتے رہے یہانتک کہ اسکو قوت ہو گئی - تو جنگلی اوس سے خوف کرنے لگے - اوسنے کہتا
تھا کہ میں تمکو توحید و ترک شرک ہی کیطرف تو بلاتا ہوں اور اون سے خوب باتیں
بناتا تھا - وہ بدو بالکل جاہل تھے - امور دین کو قطعاً جانتے ہی نہ تھے - لہذا اونہوں نے اسکے
اقوال کو مستحسن سمجھ لیا - اون سے کہتا تھا میں تمکو دین کی دعوت دیتا ہوں اور
آسمان کے نیچے جسقدر لوگ ہیں علی الاطلاق مشرک ہیں اور جو مشرک کو قتل کریگا
اوسکے لئے جنت ہیں - پس وہ اوسکے تبع ہو گئے - اور اون کے نفوس اس سے مطمئن
ہو گئے - محمد بن عبد الوہاب اونمیں نبی کیطرح تھا وہ اسکے کسی قول کو نہ چھوڑتے تھے اور
بغیر اوسکے حکم کے کوئی کام نہ کرتے تھے اور اوسکی بے انتہا تعظیم کرتے تھے - جب کسی انسان
کو قتل کرتے تو اوسکا مال چھین کر اوس میں سے خمس (پانچواں حصہ) امیر محمد بن سعود کو
دیدیتے تھے - باقی آپس میں تقسیم کر لیتے تھے - جہاں وہ جاتا تھا اوسکے ساتھ جاتے تھے جو حکم وہ
دیتا تھا اوسکی تعمیل کرتے تھے - اور امیر محمد بن سعود اوسکے ہر قول کو نافذ کرتا تھا یہانتک
کہ اوسکا ملک وسیع ہو گیا - وسعت ملک اور اشاعت شر سے قبل انہوں نے شریف
مسعود بن سعید بن سعد بن زید کی دولت میں "جو سنہ گیارہ سو چھیالیس میں امیر مکہ
ہوئے تھے اور ۱۱۶۵ھ گیارہ سو پینسٹھ میں وفات پا گئے" حج کا ارادہ کیا تھا اور اون
سے اجازت چاہی تھی - اصل مطلب انکا یہہ تھا کہ اپنے عقیدہ کا اظہار کریں اور
اہل حرمین کو اسپر آمادہ کریں - اور اپنے تیس عالم پہلے سے روانہ کر دیئے - اس گمان
سے کہ وہ اہل حرمین کے عقائد کو فاسد کرینگے - اور اون سے جھوٹی باتیں ملائینگے
اور حج کا اذن طلب کیا اگرچہ سالانہ اونپر کچھ مقرر ہو جائے - اہل حرمین نے نجدیوں
انکا ظہور اور بدوؤں کا فاسد عقائد سنا تھا - مگر اسکی حقیقت معلوم نہ کی تھی - جب
انکے علماء مکہ میں پہونچے تو شریف مسعود نے حکم دیا کہ علماء حرمین ان سے مناظرہ

کریں۔ چنانچہ اونہوں نے اون سے مناظرہ کیا تو انکو مسخرہ اور اون گدہوں کیطرح پایا جو شیر سے بھاگتے ہیں۔ اون کے عقائد کو دیکھا تو بہت سے کفریات پر مشتمل تھے۔ جب اونہوں نے اونپر حجت و برہان قائم کردی تو اسکے بعد شریف مسعود نے قاضی شرع کو کہ انکے کفر ظاہر کی سند لکھدی تاکہ اگلوں پچھلوں سب کو معلوم ہوجائے پھر اون ملحدوں کی قید کا حکم دیدیا اور طوق و بیڑیاں ڈالدیں۔ پس بہت سے پکڑ کر قید کردیئے اور باقی بھاگ کر درعیہ پہونچے۔ اور واقعہ بیان کیا تو اون کے امیر نے سرکشی و تکبر کیا اور اس مقصد سے باز رہا یہانتک کہ شریف مسعود کی دولت گذر گئی سنہ گیارہ سو پینسٹھ میں اون کی وفات ہوگئی اور اونکے بھائی شریف مساعد بن سعید امیر مکہ ہوئے تو اون سے بھی حج کی اجازت چاہی مگر اونہوں نے انکار کیا اور انکی امیدیں ضعیف ہوگئیں جب شریف مساعد سنہ گیارہ سو چوراسی میں وفات پاگئے۔ اور انکے بھائی شریف احمد بن سعید امیر مکہ ہوئے تو امیر درعیہ نے اپنے علماء کی ایک جماعت روانہ کی تو شریف نے علماء کو انکے امتحان کا حکم دیا۔ اونہوں نے امتحان لیا تو اون کو زنادقہ کے دین پر پایا پس شریف نے اونکو حج کی اجازت نہ دی۔ پھر اون کے بھتیجے شریف سرور بن مساعد نے سنہ گیارہ سو چھیاسی میں اون سے امارت مکہ علیحدہ کرلی تو شریف سرور کے زمانہ میں اونہوں نے حج کی اجازت چاہی۔ انہوں نے جواب دیا کہ اگر تم آنا چاہتے ہو تو میں تم سے ہر سال اسقدر جو روافض اور عجمیوں سے لیتا ہوں اور اس سے سو عمدہ گھوڑے زیادہ لونگا تو اونپر اسکا دینا اور رافضیوں کی مثل ہونا گراں گذرا جب سنہ بارہ سو دو میں شریف سرور کی وفات ہوگئی اور اونکے بھائی شریف غالب امیر مکہ ہوئے تو بھی اونہوں نے حج کی اجازت چاہی مگر شریف نے اونکو منع کردیا۔ اور سنہ بارہ سو پانچ میں ایک لشکر اونکے اوپر بھیجا۔ اوسوقت سے سنہ بارہ سو بیس تک برابر جنگ جاری رہی۔ یہانتک کہ شریف اونکے دفعیہ سے عاجز ہوگئے تو وہ مکہ میں داخل ہوگئے۔ اس مدت میں اونکا ملک وسیع ہوگیا تھا اور اونکے شرارے اوڑ چکے تھے۔ پس وہ اول مشرق کے مالک ہوگئے۔ پھر اقلیم احسا و بحرین و عمان و مسقط کے اور بغداد و بصرہ سے اونکا ملک قریب ہوگیا۔ اور تمام حرار کے مالک ہوگئے۔ پھر خیوف ذوات النخل کے پھر حربیہ اور فرع اور جہینہ کے پھر مابین مدینہ و شام کے پھر مابین شام و حلب و بغداد کے پھر

مکہ و مدینہ کے اور مکہ کے مالک ہونے سے قبل اوسکے گرد کے قبائل اور طائف اور
اوسکے گرد کے قبائل ملکیت میں آگئے۔ جب سنہ ذیقعدہ بارہ سو سترہ میں طائف کی
مالک ہوگئے تو بڑے چھوٹے اور محکوم و حاکم سب کو قتل کر ڈالا جسکی عمر بڑی تھی وہی
بچ رہا بچے کو ماں کے سینے پر ذبح کرتے تھے۔ مال لوٹ لیئے عورتوں کو قید کر لیا
اور بہت سی باتیں کیں جنسے طول ہوتا ہے۔ پھر محرم سنہ بارہ سو اٹھارہ میں مکہ کا قصد
کیا اور شریف کو اون سے لڑنے کی طاقت نہ تھی۔ لہذا وہ اونکے لیئے مکہ چھوڑ کر جدہ
کو اتر گیا۔ اور اونکے داخل ہونے سے دو منزل قبل اہل مکہ نے جا کر اون سے امان
لی اور مکہ میں داخل ہوگئے۔ پھر وہ شریف غالب سے لڑنے کے لیئے جدہ کیطرف متوجہ ہوئے
تو شریف نے اون سے جنگ کی اور راستے بند کر دیئے۔ جس سے وہ جدہ میں نہ داخل
ہو سکے تو صفر بارہ سو اٹھارہ میں اپنے دیار کیطرف رحلت کر گئے۔ اور اپنی قوم میں
سے کچھہ لوگ حفاظت مکہ کے لیئے چھوڑ گئے۔ ربیع الاول سنہ مذکور میں شریف غالب
پاشا صاحب جدہ اور بہت سے لشکر کے ساتھ جدہ سے واپس ہوئے اور اونکی جماعت
کو مکہ سے نکالدیا اور شریف غالب پھر والی مکہ ہوگئے۔ پھر ان سے اور ان لوگوں سے سنہ بارہ سو
بیس تک برابر لڑائی رہی۔ اور وہ غالب ہو کر تمام اطراف کے مالک ہوگئے اور مکہ
کا محاصرہ کر لیا۔ جس کے سبب سے گرانی عام طور پر سخت ہوگئی۔ لوگوں نے کتوں اور
مردوں کو کھا لیا۔ تو شریف غالب نے اون سے صلح کر لی اور وہ مکہ میں داخل ہوگئے
سنہ بارہ سو ستائیس تک برابر اونکی بادشاہت رہی پھر مصر کے وزیر معظم مفخم مولانا
السلطان محمود نے محمد علی پاشا کو حکم دیا اونہوں نے لشکر لیجا کر حرمین سے اون لوگوں
کو نکال دیا۔ پھر خاص اونکے ملک میں لشکر روانہ کیئے بعض لشکروں کے ساتھ خود بھی گئے
یہاں تک کہ اونکا استیصال کر دیا بعض علما نے اون کے مکہ سے نکلنے کی تاریخ لکھی ہے
قطع دابر الخوارج انکے وقائع طویل ہیں جنکے ذکر کی کچھہ حاجت نہیں۔ امیر اول
محمد بن سعود تھا۔ جب وہ مر گیا تو اوسکی اولاد نے اوسکی قائم مقامی کی اور محمد بن عبد الوہاب
مر گیا تو اسکی اولاد اوسکی قائم مقام ہوئی۔ امیر محمد بن سعود اور اوسکی اولاد جب کسی قبیلہ
کے مالک ہو جاتے تھے تو اوسکو قریب والوں پر مسلط کر دیتے تھے۔ اور دوسرے کے مالک
ہو جاتے تھے تو اوروں پر مسلط کر دیتے تھے۔ یہانتک کہ تمام قبائل کے مالک ہوگئے۔ جب

کسی شہر پر جنگ کرنا چاہتا تھا تو جس قبیلہ کو اپنے ہمراہ لے جانا چاہتا تھا۔ اوسی چھنگلی کی برابر رقعہ لکھکر طلب کرلیتا تھا۔ پس وہ تمام ضروریات زاد وغیرہ اپنے ساتھ لیکر آجاتی تھے اوسکو کسی چیز کی تکلیف نہ دیتے تھے اور اوسکا کوئی لشکر وغیرہ نہ تھا۔ جب وہ کوئی چیز لوٹتے تھے تو چار حصے آپ لیتے تھے اور ایک حصہ اوسے دیدیتے تھے اور جہاں وہ جاتا تھا ہزاروں لاکھوں شخص اوسکے ساتھ جاتے تھے اور ذرہ برابر بھی اوسکی مخالفت نہ کرسکتے تھے۔ یہ ایک بلا تھی جس سے اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کا امتحان لیا تھا۔ اسلام میں یہہ بڑا فتنہ ظاہر ہوا۔ جس سے عقلیں اوڑگئی تھیں۔ عقلمند حیران ہوگئے تھے۔ انھوں نے اغبیاء کو بعض ایسے امور سے اشتباہ میں ڈال دیا تھا۔ جس سے وہ اون کو امر دین پر قائم خیال کرتے تھے۔ مثلا بدویوں کو نماز پڑہنے جمعہ وجماعت کے التزام کا حکم دیتے تھے اور فواحش ظاہرہ زنا لواطت قطع طریق سے منع کرتے تھے لوگوں کو توحید کی دعوت دیتے تھے اسلیئے اغبیاء وجہلاء اون کا حال اچھا سمجھتے تھے مگر اونکی کی تکفیر اہل اسلام سے غافل تھے کہ وہ چھ سو برس تک کے لوگوں کو کافر کہتے تھے۔ اِس سے بھی غافل تھے کہ وہ لوگوں کے جان ومال کو حلال جانتے تھے اور طرح طرح سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے محبین کی تحقیر کرتے تھے جب کوئی شخص طوعاً وکرہاً اون کے دین کا اتباع کرنا چاہتا تھا تو اول کلمہ پڑہنے کا حکم دیتے تھے پھر کہتے تھے اپنے نفس پر گواہ ہوجا کہ تو کافر تھا اور اپنے والدین اور فلان فلان اکابر علماء پر گواہ ہوجا کہ وہ کافر مرے اگر وہ اسکی گواہی دیتا تھا تو اوسے قبول کرلیتے تھے ورنہ قتل کا حکم دیدیتے تھے۔ اور جب کوئی شخص ایسا اون کے دین میں داخل ہوتا تھا۔ جسنے حج کرلیا ہوتا تو اوس سے کہتے کہ دوبارہ حج کر کیونکہ پہلا حج تونے شرک کی حالت میں کیا اور جو لوگ باہر کے انکا اتباع کرتے تھے اونہیں مہاجرین اور اہل شہر کو انصار کہتے تھے۔ محمد بن عبد الوہاب کے حال سے ظاہر ہے کہ وہ نبوت کا دعوے کرتا مگر صراحۃً اسکے اظہار پر قادر نہ ہوا۔ ابتداء میں اون لوگوں کی خبریں دیکھنے کا بہت حریص تھا جنہوں نے نبوت کا جھوٹا دعوے کیا ہے جیسے مسیلمہ کذاب۔ اور سجاح اور اسود عنسی۔ اور طلیحہ اسدی وغیرہ اسیواسطے مذاہب ائمہ واقوال علماء پر طعن کیا کرتا تھا۔ دین نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم میں سے صرف قرآن ہی اوسنے قبول کیا تھا

اور اپنے حسب مراد اسکی تاویل کرتا تھا اور یہہ بھی ظاہری طور پر تھا تاکہ لوگ حقیقت
حال نہ جان جائیں۔ ماسوا قرآن کے احادیث نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اقوال
صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین اور ان امور کا قائل نہ تھا جنکو ائمہ نے قرآن و حدیث
سے مستنبط کیا ہے اور نہ اجماع و قیاس صحیح کا اعتبار کرتا تھا اور جھوٹ موٹ پردہ پوشی
کے لئے امام احمدرحمہ کے مذہب پر بنتا تھا حالانکہ امام احمد حنبل اس سے بری ہیں۔ اسیوجہ
سے اوسکے اکثر معاصرین علماء حنابلہ نے اوسکے ردمیں رسائل کثیرہ تالیف کئے یہاں تک
کہ اوسکے بھائی سلیمان بن عبدالوہاب نے بھی اوسکے رد میں رسالہ لکھا جیسا کہ بیان ہو چکا
ہے اور اوسے تکفیر مسلمین میں اون آیات سے استناد کیا جو مشرکین کے بارہ میں نازل
ہوئی ہیں۔ بخاری نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے وصف خوارج میں روایت کی ہے کہ اونہوں نے اون آیات کو جو کفار کی متعلق
نازل ہوئی تھیں مومنین پر ڈھالدیا اور غیر بخاری نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے
زیادہ خوف اپنی امت پر مجکو اوس شخص سے ہے جو قرآن کی تاویل بے محل کرتا ہے یہ سب ابن عبدالوہاب اور اوسکی تبعین پر صادق ہے سب سے
زیادہ تعجب یہہ ہے کہ وہ اپنے عمال کو جو اجہل الجہلا ہوتے تھے لکھدیتا تھا کہ اپنے فہم کے مطابق
اجتھاد کرو۔ اور جو بات اس دین کے مناسب پاؤ اوسیکا حکم دو ان کتابوں کیطرف
التفات نہ کرو کیونکہ ان میں حق و باطل دونوں ہیں۔ بہت سے علما و صالحین اور عوام
مسلمین کو اس بنا پر قتل کردیا کہ انہوں نے اسکی بدعت میں موافقت نہیں کی۔ زکوٰۃ
شیطان و خواہش کے مطابق تقسیم کرتا تھا۔ نماز کے بعد دعا سے منع کرتا اوسے بدعت
بتاتا تھا۔ مذاہب اربعہ کے بہت سے علماء نے کتب مبسوطہ میں اسکا رد کیا۔ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی تعمیل کے لئے کہ جب بدعتیں ظاہر ہوں اور عالم ساکت رہے
تو اوسپر اللہ تعالے اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت ہے۔ اور جب اہل بدعت
ظاہر ہوتے ہیں تو اللہ تعالے اپنی حجت جس مخلوق کی زبان پر چاہتا ہے ظاہر کردیتا
ہے۔ اسیوجہ سے تمام مذاہب کے علماء شرق و غرب کے اوسکے رد کو کھڑے ہوگئے۔ اور بعض
نے اوسکے رد میں امام احمد اور اون کے اہل مذہب کے اقوال کا التزام کیا اوس سے
ایسے مسائل پوچھے جنکو ادنے ادنے طالبعلم جانتے ہیں اونکا جواب اوس سے نہ بن پڑا
اسلیئے کہ اوسے علوم کی استعداد ہی نہ تھی۔ صرف ان خرافات کو جانتا تھا جو شیطان
سے مزین کردی تھیں۔ منجملہ ان علماء کے علامہ شیخ محمد بن عبدالرحمن بن عفالق مہر

انہوں نے ایک کتاب جلیل جسکا نام "تھکم المقلدین بمن ادعی التجدید فی الدین" ہے تالیف کی اور اوس سے ہر من گھڑت مسئلہ کا رد بلیغ کیا پھر چند اجنبی سوالات کئے جو علوم شرعیہ وادبیہ سے متعلق ہیں اور اونکو لکھکر اسکے پاس بھیجا تو وہ اون کے ادا کرنے کے جواب سے عاجز رہا چہ جائیکہ اعلے منجملہ اون کے یہہ سوال بھی کیا کہ سورہ والعادیات میں حقیقت شرعیہ اور حقیقت لغویہ اور حقیقت عرفیہ کسقدر ہیں اور مجاز مرسل مجاز مرکب استعارہ حقیقیہ استعارہ وفاقیہ استعارہ مطلقہ استعارہ مجردہ استعارہ مرشحہ کتنے اور وضع ترشیح تجریہ استعارہ بالکنایہ استعارہ تخییلیہ کہاں کہاں ہے۔ اور تشبیہ ملفوف ومفروق ومفرد ومرکب اور مجمل ومفصل اور ایجاز واطناب ومساواۃ اور اسناد حقیقی واسناد مجازی یعنی مجاز حکمی وعقلی کسقدر ہے اور مظہر کی بجائے مضمر اور بالعکس کہاں ہے اور ضمیر شان اور التفات اور فصل ووصل اور کمال اتصال وکمال انقطاع اور ہر دو معطوف جملوں میں جامع اور تناسب جمل کہاں ہے اور وجہ تناسب اور حسن وبلاغت میں وجہ کمال کیا ہے۔ اور ایجاز قصر وایجاز حذف اور احتراس کہاں ہے۔ ان تمام امور کا موقع بیان کر تو محمد بن عبد الوہاب انمیں سے کیسکا جواب نہ دے سکا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احادیث کثیرہ میں ان خوارج کی خبر دیدی ہے تو یہہ علامات نبوت میں سے ہیں کہ ان میں اخبار بالغیب ہے اور یہہ تمام احادیث صحیح ہیں جنمیں سے بعض تو صحیح بخاری ومسلم میں ہیں اور بعض اور کتابوں میں۔ منجملہ اون کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہہ ارشاد ہے کہ فتنہ ادہر سے نکلیگا۔ اور مشرق کیطرف اشارہ فرمایا۔ اور یہہ ارشاد کہ مشرق کی جانب سے کچھہ لوگ نکلینگے جو قرآن پڑہینگے مگر وہ اون کے گلوں سے تجاوز نہ کریگا۔ وہ دین سے اسطرح علیحدہ ہوجائینگے جسطرح تیر کمان سے۔ دین کیطرف نہ لوٹینگے جبتک تیر چلہ کیطرف نہ لوٹ آئے۔ اونکی نشانی سر منڈانا ہے اور فرماتے ہیں کہ میری امت میں اختلاف ہوگا۔ ایک فرقہ ایسا ہوگا جنکا قول اچھا ہوگا اور فعل برا وہ قرآن پڑہینگے اونکا ایمان دلوں تک نہ پہونچیگا۔ وہ دین سے اسطرح علیحدہ ہوجائینگے۔ جسطرح تیر کمان میں سے (بہت جلد) نکل آتا ہے اور اسوقت تک نہ لوٹینگے جبتک تیر اپنی جگہہ نہ لوٹ آئے[۱]۔ وہ تمام خلق سے برے ہیں۔ جو شخص اونکو قتل کرے یا وہ اسے قتل کریں

[۱] یعنے جسطرح تیر کا اپنی جگہ واپس آنا محال ہے اسیطرح انکا دین میں واپس آنا محال ہے ۱۲ منہ

اوسے مژدہ ہو وہ کتاب اللہ کیطرف بلائینگے مگر اوس سے اونکو کچھ تعلق نہ ہوگا۔ جو اونکو قتل کرے گا وہ اون سے اللہ تعالے کے نزدیک اولے ہوگا۔ اونکی علامت سر گھٹوانا ہے اور فرماتے ہیں۔ آخر زمانہ میں ایک قوم نکلے گی جسکی عمر کم اور عقل تھوڑی ہوگی۔ باتیں نہایت عمدہ کرینگے۔ قرآن پڑہینگے مگر وہ اون کے گلوں سے تجاوز نہ کرے گا۔ دین میں سے یوں نکل جائینگے جیسے تیر کمان میں سے وہ تمام خلق سے برُے ہیں۔ اور فرمایا کفر کی جڑ مشرق کیطرف ہے اور فخر وتکبر گھوڑوں اور اونٹوں والوں میں اور فرمایا سخت دلی اور جفا مشرق میں ہے اور ایمان اہل حجاز میں اور فرمایا اے اللہ ہمارے شام ویمن میں ہمکو برکت دے۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ اور نجد میں فرمایا اے اللہ ہمکو شام میں برکت دے اے اللہ ہمارے یمن میں برکت دے۔ تیسری مرتبہ فرمایا وہاں (نجد میں) زلزلے اور فتنے ہیں اور وہیں قرن شیطان نکلیگا۔ اور فرمایا مشرق سے کچھ لوگ نکلینگے جو قرآن پڑہینگے مگر وہ اون کے گلوں سے تجاوز نکرے گا جب ایک قرن ختم ہوجائیگا تو دوسرا قرن آجائے گا۔ یہانتک کہ اون ہی سے آخر مسیح دجال کے ساتھ ہوگا۔ آنحضرت کے اس ارشاد میں کہ اونکی علامت سر گھٹانا ہے۔ ابن عبد الوہاب کے تابعین کی تصریح ہے جو مشرق سے نکلے اور اپنے متبع کو سر منڈانے کا حکم دیتے تھے۔ جبتک سر نہ منڈا لیتا جگہ سے ہٹنے نہ دیتے۔ اور ایسا کوئی گمراہ فرقہ ان سے پہلے نہ ہوا تو حدیث ان کے بارہ میں صریح ہے۔ سید عبد الرحمن الاہدل مفتی زبید فرمایا کرتے تھے کہ ابن عبد الوہاب کے ردّ میں کسیکو کتاب لکھنے کی ضرورت نہیں بلکہ اوسکے رد میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہی قول کافی ہے۔ اور ابن عبد الوہاب اون عورتوں کو بھی جو اسکا اتباع کرتی تھیں سر منڈانے کا حکم دیتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک عورت اوسکے دین میں مجبوراً داخل ہوئی اور اوسنے اسکے سر مونڈنے کا حکم دیا تو اوسنے کہا کہ تو مردوں کے سر مونڈنے کا حکم دیتا ہے اگر ڈاڑہی مونڈنے کا حکم دیتا تو عورتوں کے سر مونڈنے کا حکم ٹھیک تھا۔ اسلئے کہ عورت کے لیئے سر کے بال مردوں کے لیئے داڑہی کیطرح ہیں۔ اُسوقت وہ خارجی مبہوت ہوگیا۔ اور اوسے کچھ جواب نہ دے سکا۔ لیکن وہ تو ایسا اسلیئے کرتا تھا کہ اوسپر اور اوسکے تبعین پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد صادق ہو اور مشرق کیطرف جو اشارہ کرکے آنحضرت صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا

کہ اسجگہہ سے قرن شیطان ظاہر ہوگا اسکی ایک روایت میں ہے کہ دو قرن شیطان نکلینگے بعض علمار نے فرمایا کہ ان دونوں سے مراد مسیلمہ کذاب اور ابن عبد الوہاب ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ وہاں یعنی نجد میں ہلاکت ہی اور بعض تواریخ میں ذکر قتال بنی حنیفہ کے بعد ہے کہ آنحضرت نے فرمایا آخر زمانہ میں مسیلمہ کا شہر میں ایک شخص ظاہر ہوگا جو دین اسلام کو متغیر کردیگا۔ بعض احادیث میں جنمیں فتنوں کا ذکر ہے آنحضرت کا ارشاد آیا ہے کہ اون میں سے ایک ایسا فتنۂ عظیم میری امت میں ہوگا۔ کہ عرب کا کوئی گھر ایسا باقی نہ رہے گا جسمیں وہ پہونچ نہ جائے اوسکے مقتول دوزخ میں جائیں گے اور زبان اس میں تلوار سے زیادہ سخت ہوگی۔ ایک روایت میں ہے ایک ایسا فتنہ ہوگا۔ جس سے لوگ اندہے ہوجائینگے کوئی راستہ نہ پائینگے۔ اور حق کے کہنے سننے سے گونگے بہرے ہوجائینگے۔ جو شخص اوسکے لئے ظاہر ہوگا وہ اسکے لیئے ظاہر ہوگا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ نجد سے ایک شیطان ظاہر ہوگا۔ جسکے فتنہ سے جزیرہ عرب زلزلہ میں آجائے گا۔ علامہ سید علوی بن احمد بن حسن بن القطب السید عبد اللہ الحداد باعلوی نے اپنی کتاب "جلاء الظلام فی الرد علی النجدی الذی اضل العوام" میں جو ابن عبد الوہاب کے رد میں بہت بڑی کتاب ہے بہت سی احادیث بیان کی ہیں۔ منجملہ اون کے وہ حدیث ہے جو حضرت عباس بن عبد المطلب عم نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بارہویں صدی میں وادی بنی حنیفہ میں ایک شخص بیل کی ہیئت پر ظاہر ہوگا۔ جو ہمیشہ اپنے باچھوں کو چاٹتا رہیگا اوسکے زمانہ میں ہرج مرج بہت ہوگا۔ لوگ مسلمانوں کے مال حلال سمجھ لینگے۔ اون سے تجارت کرینگے اور مسلمانوں کی جانیں حلال سمجھ لینگے ان کو فخر جانینگے۔ وہ ایسا فتنہ ہے۔ جسمیں ذلیل وکمین لوگ عزت دار ہوجائینگے خواہشات میں ایسے پڑ جائینگے۔ جیسے کتا درمیں۔ اور اسحدیث کے بہت سے شواہد ہیں جو اسکے معنے کی تقویت کرتے ہیں۔ اگرچہ اسکا تخریج کرنے والا معلوم نہیں پھر سید مذکور اوسی کتاب میں فرماتے ہیں کہ اس سے زیادہ صریح یہ ہے کہ یہہ مغرور محمد بن عبد الوہاب قبیلہ تمیم میں سے ہے تو احتمال ہے کہ وہ ذوی الخویصرہ تمیمی کی نسل سے ہو جس کے متعلق بخاری میں حضرت ابی سعید خدری رضہ سے مروی ہے کہ نبی صلے اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا اس کی نسل سے کچھ لوگ ایسے پیدا ہونگے جو قرآن پڑھینگے۔ مگر
وہ اون کے گلوں سے تجاوز نہ کریگا۔ دین میں سے یوں نکل جائینگے جیسے کمان زیر
سے تیر اہل اسلام کو قتل کرینگے اور بت پرستوں کو چھوڑ دینگے۔ اگر میں اون کو پاؤں
تو قوم عاد کیطرح قتل کر ڈالوں۔ چنانچہ یہہ خارجی اہل اسلام کو قتل کرتا اور بت پرستوں
کو چھوڑ دیتا تھا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خوارج کو قتل کیا تو ایک شخص نے
کہا شکر ہے خدا کا جسنے ان کو ہلاک کر دیا اور ہم کو راحت دی۔ آپنے فرمایا نہیں قسم اوس
ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے انمیں سے ابھی مردوں کی پشت میں ہیں۔
حمل میں بھی نہیں آئے۔ اور انمیں کا آخری شخص مسیح دجال کے ہمراہ ہوگا۔ ایک حدیث
میں ہے جو حضرت ابوبکر صدیق رضہ سے مروی ہے اور جسمیں بنی حنیفہ قوم مسیلمہ کذاب
کا ذکر ہے آیا ہے کہ اون کی وادی آخر دہر تک ہمیشہ وادیٔ فتن رہیگی۔ ایک روایت
میں ہے یمام (نام قبیلہ) کے لیئے ہلاکت ہے۔ ہلاکت جو جدا نہیں ہوسکتی۔ ایک حدیث
مشکوۃ شریف میں ہے کہ آخر زمانہ میں ایسے لوگ ہونگے جو تمکو ایسی باتیں سنائینگے جو
نہ تمنے سنی ہیں اور نہ تمہارے آباء نے پس تم اپنے آپ کو اون سے اور اون کو اپنے آپ
سے بچائے رہو کہ وہ تمکو گمراہی و فتنہ میں نہ ڈالدیں۔ اور بنی تمیم کے متعلق اللہ تعالیٰ
نے فرمایا ہے ؎ اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ
اور ؎ لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ سید علوی مذکور فرماتے ہیں کہ بنی حنیفہ
و بنی تمیم و وائل کی مذمت میں بہت کچھ وارد ہے۔ تمہارے لیئے یہی بات کافی ہے
کہ اکثر خوارج انہی میں سے ہیں۔ اور سرکش عبدالوہاب بھی انہی میں سے ہے اور فرقہ
باغیہ کا سردار عبدالعزیز بن محمد بن سعود بن وائل انہیں میں سے ہے۔ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وآلہ سے مروی ہے کہ میں ابتداء رسالت میں اپنے آپ کو قبائل کے سامنے
ہر موسم میں پیش کرتا تھا۔ مگر بنی حنیفہ سے زیادہ قبیح و خبیث جواب مجھکو کسی نے نہیں
دیا۔ سید صاحب موصوف فرماتے ہیں۔ جب میں حبر امت حضرت عبداللہ ابن عباس
کی زیارت کے لیئے طائف پہونچا تو علامہ شیخ طاہر سنبل حنفی ابن علامہ شیخ محمد سنبل
شافعی سے ملاقات ہوئی۔ اونہوں نے مجھہ سے فرمایا کہ میںنے اس طائفہ کے رد میں

؎ تحقیق جو لوگ آپکو (اے نبی) حجروں کے پیچھے سے پکارتے ہیں وہ اکثر بیوقوف ہیں ۱۲ ؎ اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند نہ کرو ۱۲

؎ تحقیق جو لوگ آپکو (اے نبی) حجروں کے پیچھے پکارتے ہیں وہ اکثر بیوقوف ہیں ۱۲
؎ اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند نہ کرو ۱۲

ایک کتاب "الانتصار للاولیاء الابرار" تالیف کی ہے۔ امید ہے کہ جس شخص کے قلب میں بدعت نجدی داخل نہیں ہوئی اوسکو اللہ تعالے اس سے نفع دے۔ اور جسکے قلب میں بدعت داخل ہوچکی ہے اوسکی فلاح کی امید نہیں کیونکہ بخاری کی حدیث ہے کہ وہ دین سے علیحدہ ہوجائینگے پھر رجوع نکرینگے اور بعض علماء سے جو منقول ہے کہ اونہوں نے نجدی کے افعال میں سے بدوؤں کو نماز پڑہنے فواحش ظاہرہ وقطع طریق کے ترک پر متفق کرنے توحید کی دعوت دینے کو پسند کیا ہے تو یہہ غلط ہے۔ کیونکہ انہوں نے اس کے فعل کو لوگوں پر اچھا ظاہر کیا اور اسپر اطلاع نہ پائی جو ہمنے اوسکی خرابیاں بیان کیں کہ چھ سو برس تک کے لوگوں کو کافر کہہ دیا۔ بہت سی کتابوں کو جلادیا۔ بہت سے علماء اور خواص وعوام کو قتل کر دیا اون کے جان ومال کو حلال سمجھہ لیا۔ اللہ تعالے کے لیئے جسم ظاہر کیا اسکے لیئے درس مقرر کر دیئے۔ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ودیگر انبیاء ومرسلین واولیاء کی تنقیص کی۔ اونکی قبریں کھود ڈالیں احسا میں حکم دیدیا کہ بعض قبور اولیاء قضاء حاجت کا مقام بنا لیجائیں۔ لوگوں کو دلائل الخیرات اور ورد و وظائف اور مولد نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور مناروں میں بعد اذان درود پڑہنے سے منع کر دیا جسنے ایسا کیا اوسے قتل کر ڈالا۔ نماز کے بعد دعا سے منع کر دیا۔ زکوۃ اپنی خواہش کے مطابق تقسیم کرتا تھا۔ یہہ اعتقاد کرتا تھا کہ اسلام مجھہ میں اور میرے متبعین میں منحصر ہے اور تمام خلق مشرک ہے۔ اپنے مجالس اور خطبوں میں انبیاء وملائکہ واولیاء سے توسل کرنے والے کو صاف طور پر کافر کہتا تھا۔ . . . .

. . . . اور گمان کرتا تھا۔ کہ جو کسی کو مولانا یا سیدنا کہے وہ کافر ہے۔ ارشاد آلہی کی طرف التفات نہ کرتا تھا جو سیدنا یحیے علیہ السلام کے بارہ میں ہے وسیدًا اور نہ ارشاد نبی صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم کیطرف کہ آپنے انصار سے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی نسبت فرمایا قوموا السید کم نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے منع کرتا تھا آپ کو دوسرے مردوں کیطرح ٹھیرایا تھا۔ علم نحو ولغت وفقہ کا انکار کرتا تھا اور کہتا تھا کہ یہہ بدعت ہے۔ پھر سید صاحب موصوف اپنے اوسی کتاب میں فرماتے ہیں۔ حاصل یہہ ہے کہ ہمکو اوسکے وہ اقوال وافعال محقق ہوئے ہیں جو قواعد اسلامیہ سے اوس کا خروج واجب کرتے ہیں۔ کیونکہ اوسنے

بغیر کسی جائز تاویل کے مالوں کو حلال کر دیا تھا۔ جنکی حرمت پر اجماع ہے۔ اس کے علاوہ۔ انبیاء و مرسلین و اولیاء و صالحین کی تنقیص کی اور اونکی تنقیص قصدًا باجماع ائمہ اربعہ کفر ہے۔ یہہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ اوسکی عمر بانوے برس کی ہوئی سنہ گیارہ سو گیارہ میں پیدا ہوا اور سنہ بارہ سو چھ میں مرا۔ کسی نے اوسکے مرنے کی تاریخ یوں لکھی ہے بدا ھلاک الخبیث اوسنے کئی لڑکے عبد اللہ حسن حسین علی چھوڑے۔ جنکو اولاد شیخ کہا جاتا تھا۔ اونہوں نے اوسکے بعد دعوت کو انجام دیا۔ سب میں بڑا عبد اللہ تھا اوسنے عبد الرحمن و سلیمان کو چھوڑا۔ سلیمان اپنے باپ سے زیادہ متعصب تھا۔ اُسکو سنہ بارہ سو تینتیس ۱۲۳۳ میں ابراہیم پاشا نے قتل کر ڈالا۔ اور عبد الرحمٰن کو پکڑ کر مصر بھیجدیا وہ کچھہ مدت تک زندہ رہا۔ پھر وہیں مر گیا۔ اور حسن نے عبد الرحمٰن کو چھوڑا۔ انکی حکومت مکہ کے زمانہ میں وہ مکہ کا قاضی ہو گیا تھا۔ عبد الرحمٰن بہت زمانہ تک زندہ رہا سو برس کے قریب ہو کر مرا اور عبد اللطیف کو چھوڑا۔ اور حسین نے بہت سی اولاد چھوڑی۔ جنکی نسل درعیہ میں ابتک باقی ہے اور اولاد شیخ کے نام سے پکاری جاتی ہے۔ اللہ تعالے سے دعا ہے کہ اونکو حق کی ہدایت فرمائے۔

لطیفہ

ایک مرد صالح شہر زبیر کے علماء میں سے جنکا نام شیخ عبد الجبار تھا۔ اوس شہر کی مسجد میں امام تھے۔ اتفاقًا اوس زمانہ میں کہ ابراہیم پاشا نے آکر درعیہ کو اور اوسکے رہنے والوں کو برباد کر دیا تھا۔ دو شخصوں نے اس طائفہ کے بارہ میں جھگڑا کیا۔ ایک نے تو کہا کہ ضرور یہ دین علے حالہ ہو جائے گا۔ اور یہہ دولت اپنی حالت پر لوٹ آئے گی دوسرے نے کہا اب کبھی انکی یہہ حالت نہ ہوگی۔ پھر اونہوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ کل چل کر نماز صبح شیخ عبد الجبار کے پیچھے پڑھینگے اور دیکھینگے کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد وہ کیا پڑھتے ہیں۔ اور اسکو فال بنائینگے۔ جس سے اختلاف کا فیصلہ ہو جائے گا۔ چنانچہ اونہوں نے جا کر اون کے پیچھے نماز پڑھی تو شیخ نے فاتحہ کے بعد پہلی رکعت میں یہہ پڑھا وَحَرَامٌ عَلَىٰ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا أَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُونَ [1]

---

[1] جس گانوں کو ہمنے ہلاک کر دیا اوسپر حرام ہے کہ وہ لوٹیں۔ ۱۲ منہ

پس اونہوں نے اسے تعجب کیا۔ اور اس فال کو فیصلہ مان لیا واللہ تعالے اعلم ؎

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ رسول خیر خلقہ محمد وآلہ

واصحبہ اجمعین

تمت بالخیر

الحمد للہ والمنۃ کہ کتاب الدرر السنیہ فی الرد علے الوہابیہ کا اردو ترجمہ بفضلہ تعالے کمال خوبی وحسن اسلوبی سے چھپکر طیار ہوگیا ہے۔ دعا ہے کہ خداوند کریم اہل اسلام کو اس سے استفادہ کی توفیق بخشے۔ آمین۔

اسکے بعد عربی کتاب الشرف المؤبد لآل محمد مصنفہ علامہ عصر حضرت مولانا یوسف بن اسمعیل النبہانی رحمۃ اللہ علیہ کا اردو ترجمہ زیر طبع ہے جو عنقریب انشاء اللہ ہدیہ ناظرین ہوگا۔

اسکے بعد عربی کتاب فقہ اکبر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور فقہ اکبر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اردو ترجمہ انشاء اللہ نذر ہوگا۔

اسکے بعد شفاء فی حقوق المصطفی للقاضی عیاض رح مترجمہ اردو پیش ہوگی۔ امید ہے کہ علمائے اسلام وحضرات صوفیائے ذوی الاحترام واردو خوان اصحاب خاکسار کی اس علمی خدمات کی قدر فرماکر حوصلہ افزائی فرماوینگے

خاکسار شیخ غلام حسین وزیر آباد۔ محلہ شیخ لال

مصری کتب خانہ
کشمیری بازار لاہور میں
مصر۔ بیروت۔ استنبول۔
(وغیرہ)
بلاد اسلامیہ کی مطبوعہ جملہ علوم کی نادر و نایاب قدیم و جدید عربی
کتابیں۔ عجیب و غریب سادہ و سنہری حمائلیں۔ اور دلائل الخیرات
و تعویذی قرآن مجید وغیرہ نادر اسلامی تحائف ہر وقت
فروخت کے لئے موجود رہتے ہیں۔ اور براہِ راست مصر سے
آنے کے سبب نہایت ارزاں دستیاب ہوتے ہیں۔
فتوحات مکیہ شاید پھر آئے یا نہ آئے۔ یہہ شیخ اکبر محی الدین
ابن عربی کے انمول موتی پھر نہ ملینگے۔
مفصل فہرست کتب
قاضی حبیب اللہ منشی فاضل کشمیری بازار
لاہور سے طلب کریں